تعلیمات اسلام کا علمبردار دینی و علمی ماہنامہ
الحق
سرپرست
شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق مدظلہ
دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور، پاکستان
جون/جولائی
1966

يا ايها الذين امنوا اتقوا الله
حق تقاته ولا تموتن
الا وانتم مسلمون واعتصموا
بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

لہٗ دعوۃ الحق

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر رہائش — ۶

فون نمبر دارالعلوم — ۴

مدیر: سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ ۱۵/ روپے فی پرچہ ایک روپیہ ۵۰ پیسے

بیرون ملک بحری ڈاک ایک پونڈ، ہوائی ڈاک دو پونڈ

جلد نمبر: ۱۲
شمارہ نمبر: ۹

ماہ جون، جولائی ۷۶ء

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شبِ دیجور کا خاتمہ

سنسمہٗ علی الخرطوم ـ الآیۃ

ہم اس کے ناک پر داغ لگاتے ہیں۔

۵ر جولائی کی رات کو پاکستان کی تاریخ کا بدترین اور شرمناک دور ختم ہوگیا، اور صبح جب سورج طلوع ہو رہا تھا تو پاکستان کی سسکتی ہوئی انسانیت نے دیکھا کہ بدترین فاشیت اور آمریت کا سورج غروب ہو چکا ہے۔ ویومئذ یفرح المومنون بنصر اللہ ــ یہ بحران و ابتلاء کا، عذاب و سزا کا اور مکافاتِ عمل کا دور تھا۔ اعمالکم عمالکم (تمہارے اعمال تمہارے عمال کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔) قوم مجموعی طور پر خداوندِ قدوس سے کئے گئے عہد و پیمان کو تیس سال تک توڑتی رہی، نتیجتاً خدا نے ایسے لوگوں کو مسلط کر دیا جو سورۃ قلم کی ان آیات کے حرف بحرف مصداق تھے۔ اور جن کی اطاعت سے خدا نے چودہ سو سال پہلے بھی ان الفاظ میں سختی سے منع فرمایا تھا:

ولا تطع کل حلاف مھین ○ ھماز مشاء بنمیم ○ مناع للخیر معتد اثیم،
عتل بعد ذلک زنیم ○ ان کان ذا مال و بنین اذا تتلی علیہ آیاتنا قال
اساطیر الاولین ــــ پھر آگے ایسے لوگوں کا انجام ـــ؟
فرمایا ــــ سنسمہٗ علی الخرطوم [1]۔

یہ ایک عجیب گھٹن کا زمانہ تھا، پوری قوم اضطراب بے چینی اور ایک ڈراؤنے خواب میں مبتلا رہی، کسی کی بھی جان و مال، عزت، عصمت، آبرو اور شرافت، محفوظ نہ رہ سکی۔ جور اور خوف کی سیاہ چادر نے ظالم حکام کے ہاتھوں پورے ملک کو لپیٹ لیا۔ بھٹو کا عہدِ آمریت آمریت کے تجربوں میں سب سے زیادہ افسوسناک اور شرمناک

---

[1] اور ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جو بڑی قسمیں کھاتا ہے، ذلیل، طعنہ باز، چغلخور بھی ہے۔ خیر اور بھلائی سے روکنے والا ظالم اور بدکار سرکش بھی ہے اور اس کے علاوہ بد اصل بھی ہے اس سبب سے کہ وہ مال و اولاد، (قوت و اقتدار) والا ہے۔ جب اسکو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ تو رجعت پسندوں کی باتیں ہیں۔ آپ دیکھیں عنقریب ہم اس کے ناک پر داغ لگاتے ہیں۔

تجربہ تھا، آزادئ رائے سلب، شہری حقوق پائمال، عزت و شرافت سربازار نیلام ، دینی اقدار مٹانے کے مساعی منبر و محراب کی تالہ بندی، مساجد اور مدارس کی بے حرمتی، جان و مال کی غصب و نہب ، جمہوریت کا قلع قمع متضاد منافقانہ نعروں کا غلغلہ اور پُرفریب سازشوں کا دور دورہ ، غرض دینی اخلاقی، معاشرتی ، معاشی ، تعلیمی ، جمہوری لحاظ سے کون سا میدان تھا جسے تہس نہس کرنے کی بھرپور کوشش نہیں کی گئی اور یہ سب کچھ ایک ایسے شخص کے ہاتھوں ہوا جس پہ ڈکٹیٹرانہ فاشیت کا ایک جنون سوار رہا ، جس نے اپنی ایک ذات میں ساری قوتیں مرتکز کر دی تھیں اور جو اللہ کی دی ہوئی اس وسیع سلطنت کو اپنے ٹوڈی آباء و اجداد کی ایک جاگیر سمجھ بیٹھا تھا، اس منصب تک پہنچنے کیلئے اس نے لاکھوں مسلمانوں کی لاشوں پہ تعمیر کی گئی سلطنت کو دو لخت کر دیا اور اس پہ براجمان رہنے کے نشے وہ خیبر سے کراچی تک لوگوں کو رلانا اور خون کی موجیں ہمالیہ کی چٹانوں سے ٹکرانا چاہتا تھا، وہ چاہتا تھا کہ بقیہ ملک کے بخرے ہو جائیں ، لاکھوں افراد کٹ جائیں مگر کرسی مضبوط رہے ۔
مگر وہ جو اپنے آپ کو تاریخ کا ایک ذہین طالب العلم کہنے کا جھوٹا دعویٰ کرتا تھا ، قوموں کی تاریخ سے بالکل جاہل اور مکافات عمل اور محاسبہ کے قوانین فطرت سے بے خبر نکلا - اس کے سامنے یہ حقیقت نہیں تھی کہ — ان ربك لبالمرصاد ۔ حکومتیں کفر سے چل جاتی ہیں مگر ظلم و جبر سے ہرگز نہیں۔ ورنہ ظلم و تشدد کا وہ کون سا حربہ تھا جو اس عرصہ میں اختیار نہیں کیا گیا۔ مگر اس کے مکر و کید کی ہر تدبیر اس کے سلسلہ زوال کی ایک کڑی بن گئی ، اور آج وہ تاریخ کا ایک عبرتناک سبق بن گیا ہے ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار - ان فی ذلك لذكری لمن كان لہ قلبٌ او القی السمع وهو شهيد ۔

اس آمر اور اسکی آمریت کے خلاف ، ۷ مارچ سے ۴ جون تک جو تحریک چلی وہ تاریخ کی ایک لامثال ہمہ گیر تحریک تھی جس نے نہ صرف آمریت کے تابوت کو لحد میں اتار دیا ، بلکہ اس نے قومی سطح پہ بھی ہمیں وہ کچھ دیا جس سے حال اور مستقبل کے سیاسی رہنماؤں ، جماعتوں اور دانشوروں کو سبق لینا ہوگا۔
بیشک یہ تحریک آمریت اور فرعونیت کے خلاف تھی ، یہ جمہوری اقدار اور شخصی حقوق کی بحالی اور عدل و انصاف کی قدروں کے تحفظ کا معرکہ تھا اور بلاریب یہ ملک کی بقاء اور سالمیت کی جنگ بھی تھی اور یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ پاکستان کو ختم کرنے کی سازشیں ہو رہی تھیں ، اقتصادی نظام اور معاشرتی زندگی کو درہم برہم کیا جا رہا تھا ، لیکن تحریک کی ہمہ گیری اور وسعتوں کا محرک صرف یہی کچھ نہیں تھا بلکہ تحریک میں یہ فدائیانہ جوش اور ولولہ اور یہ مومنانہ ایثار اور بے مثال قربانی صرف ایک بات سے پیدا ہوئی کہ یہ جنگ اسلام کے نام پہ لڑی گئی اس تحریک کی بنیادی عامل اور محرک اسلامی نظام اور شریعت مصطفوی علی صاحبها الف الف

سلام و تحیۃ تھا، یہی وہ جذبہ تھا جو قیام پاکستان کے لئے بے نظیر قربانیوں کا باعث بنا، اب جب نعرۂ لاالٰہ الااللہ سے گریز اور غداری کا سلسلہ فراق و ہجر کی شب دیجور کی طرح دراز ہوگیا تو اس اجتماعی عہد شکنی اور نقضِ میثاق کا وبال بھی ذوالفقار علی بھٹو کی شکل میں سامنے آیا۔ پھر جب رحمت ایزدی نے اس قوم کی بے کسی اور مظلومیت پر رحم کھایا تو پوری قوم متحد و یک جان ہوکر بیلائے مطلوب و مقصود ۔۔ اسلامی نظام ۔۔ کے لئے سربکف ہوکر میدان میں ایک بار پھر کود پڑی، اور عہد شکنیوں اور تغافل شعاریوں کا کفارہ خون سے ادا کر دیا گیا، علماء کرام مشائخ عظام، سیاسی زعماء، وکلاء، طلباء، عوام غرض کونسا طبقہ تھا جس نے ان تین چار ماہ میں حمیت اسلامی کا شاندار مظاہرہ نہیں کیا، جانیں قربان ہوئیں، قید و بند کو بخوشی گوارا کیا گیا، زندان کی آہنی سلاخوں اور سلاسل کو چوما گیا، لوگ گولیوں کے سینہ سپر اور گاڑیوں کے نیچے کٹ کر رہ گئے، آنسو گیس اور لاٹھیوں کو خندہ پیشانی سے لبیک کہا گیا، کاروبار اور تجارت معطل کر دئے گئے، مسجد و محراب کی پرسکون نورانی زندگی پر قید و بند کی تاریکیوں کو ترجیح دی گئی، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و خطابت کی بساطیں بدر واحد کی روایات کو تازہ کرنے کیلئے لپیٹ دی گئیں، نابینا لولے لنگڑوں کمزور اور ناتوان ضعفاء اور بوڑھوں نے بھی سبقت کی بازی لینی چاہی، غیور اور جسور خواتین نے بھی غیرت اسلامی کے اظہار میں کوئی کسر نہ اٹھائی، گویا ایک ایسا مظاہرہ ہوا اور پاکستانی قوم نے وہ کچھ کر دکھایا جسکی مثال سے ہماری تاریخ کی کئی صدیاں خالی ہیں۔

الغرض اس تحریک سے اسلام ایک ایسی آہنی قوت کے طور پر ابھرا کہ اس نے اپنی سخت جانی پر مہر ثبت کر دی اور لادینی عناصر کے عزائم خاک میں مل گئے۔

یہ تحریک اسلام سے ہماری جذباتی وابستگی کے فروغ کا مظہر بھی اور اس تحریک نے اسلامی نظام سے وابستگی کے جذبہ کو ایسا زندۂ جاوید بنا دیا کہ اسلام کے ساتھ اپنے "تثلیثی نعرہ" کے ذریعہ مذاق کرنے والے بھٹو نے بھی شراب اور جوا کی ممانعت کی صورت میں اپنی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دینے کی کوشش کی گو اس کا یہ سہارا بھی درحقیقت کلمۃ حق ارید بہ الباطل - کا مصداق اور اسلام کا منہ چڑانے کے مترادف تھا۔ مگر پھر بھی اسلام کے لئے اٹھنے والے طوفان کے جوش اور گہرائیوں کا اندازہ اُسے بھی ہو گیا، اور تحریک کا یہی جذبہ تھا جسے فوجی انقلاب کے سربراہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق صاحب نے پہلی تقریر میں خراجِ تحسین پیش کیا۔ اور کسی لیٹی کے بغیر مؤمنانہ انداز میں اعتراف کیا کہ پاکستان کی بقاء اسلامی نظام کے بغیر ناممکن ہے۔

اس تحریک کا یہی ایک بنیادی اور نمایاں ترین سبق ہے جسے پاکستان کی سیاست سے دلچسپی رکھنے والوں کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نگاہوں کے سامنے رکھنا چاہئے اور نئے نئے ازموں اور نظاموں سے اس ملک کو

مزید تجربہ گاہ بنانے کی عملی یا فکری کوششیں ترک کر دینی چاہئیں، اسلامی نظام کے لئے عام طبقات کی ذاتی اور عملی زندگی میں بھی کچھ نہ کچھ تبدیلی لازمی ہے۔

اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے زمین کی تیاری بھی بہت ضروری ہے، ہر شخص کو اپنی ذہانت و امانت احساس فرض اور مشاس شب و روز کا محاسبہ اور موازنہ کرنا چاہیئے۔ معاشرہ کی تطہیر، اصلاح و صلاح۔ منکرات کے استیصال کیلئے بھی جماعتی تحریکیں چلنی چاہئیں، ماضی کے بھیانک تجربات سے سبق اور روشن مستقبل کی طرف بڑھنے کی تیاری بہت تیز ہونی چاہیئے، اصل مقصد ابھی حاصل نہیں ہوا، مقصد کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ نصرتِ غیبی سے ہٹ گئی ہے، سفر آسان ہو گیا ہے۔ مگر منزل تک پہنچنے کے لئے بڑی بیداری، **تیقظ**، بصیرت، اخلاص وللہیت، ایثار و قربانی اور دشمن کی چالوں سے بچنے کی شدید ضرورت ہے۔ ابھی اتحاد و اتفاق کے نتیجہ میں حاصل کئے گئے برکات کو نتائج سے ہمکنار ہونا ہے۔ اس راہ میں معمولی لغزش اور خود غرضی، تخرب و انتشار کا ادنیٰ شائبہ بھی کتنا ہلاکت آفرین ہے۔؟ قوم کے زعماء اور قومی اتحاد کے زیرک رہنماؤں سے زیادہ یہ حقیقت کون جانتا ہے۔

۵ر جولائی ۱۹۷۷ء کو نئے انقلاب کی مختصر خبر نے قوم کو سارا دن اضطراب اور بے چینی میں مبتلا رکھا، مگر شکوک و شبہات اور خیالات کے بادل ۵ بجے شام بری افواج کے سربراہ جنرل ضیاء الحق کی تقریر سے چھٹ گئے، یہ تقریر مؤمنانہ جذبات کی آئینہ دار تھی، قوم نے تقریر سن کر سکھ کا سانس لیا، اس لئے کہ مارشل لاء کا نفاذ خود بقول جنرل ضیاء الحق صاحب کوئی مستحسن اقدام نہیں۔ مارشل لاء کا وقتی جواز ایک ہی تھا کہ فوجی حکومت قوم کو اس دلدل سے نکال دے جو مذاکرات کی ناکامی اور تعطل کی صورت میں اور بھی شدید اور مہلک ثابت ہو سکتا تھا۔ اور یہاں علی الاعلان اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ مذاکرات سے مسلسل گریز پھر طویل تاخیری حربے اور بالآخر اسکی ناکامی کے ذمہ دار سارے سیاستدان ہرگز نہیں بلکہ صرف اور صرف ایک ہی شخص تھا جو بے اصولی کی سیاست کو اپنی سیاست کی بنیاد کہتا رہا۔ یہ بھٹو کی ہٹ دھرمی، دفع الوقتی اور لمحات اقتدار کو طول دینے کے سوا کچھ نہ تھا، اتحاد کی بیدار مغز اور مخلص ٹیم نے آخر تک سعی کی کہ قوم غیر یقینی کیفیت سے نکل جائے اور آنے والی عظیم تباہی تک نوبت نہ پہنچے، پھر قومی اتحاد کے اولوالعزم سربراہ مولانا مفتی محمود صاحب کے تحمل و تدبر علمی تبحر، سیاسی و دینی بصیرت، حوصلہ اور صبر و ثبات نے تو دنیا کو ثابت کر دکھایا کہ سیاست کے داؤ پیچ کو سمجھنا آکسفورڈ اور کیمبرج کی جاگیر نہیں، دیوبند کے بوریہ نشین اور مدارس عربیہ کے چٹائیوں پر پڑھنے والے فقیر بے نوا ان گتھیوں کو سلجھانے میں کہیں زیادہ اہلیت اور مہارت رکھتے ہیں ان کی سیاست کی بنیاد میکیاولی

کی سیاست نہیں حضور نبی اکرمؐ کی سیاست ہے جسکی بنیاد — لا یَخدَع ولا یُخدَع — ہے۔ یعنی جو نہ دھوکہ کھائیں اور نہ دھوکہ دیں، علماء حق نے اسلامی تاریخ کے ہر دور میں اپنی قائدانہ صلاحیتیں منوائی ہیں، قربانی کے میدان میں وہ ہمیشہ صفِ اوّل میں رہے، موجودہ تحریک کے دوران بھی لوگوں نے دیکھ لیا کہ علماء حق اور ان سے وابستہ دیندار متشرع لوگ ہر میدان پہ غالب رہے اور جیلوں کی کیفیت تو خانقاہوں مدرسوں اور تعلیم و تبلیغ کے مراکز کی بن گئی تھی، آنے والا مؤرخ قوم کے دیگر طبقوں کے ساتھ ساتھ علماء، مشائخ، طلباء مدارس عربیہ، حفاظ کرام قرّاء، اساتذہ اور معلمین دین کی ان خدمات کو فراموش نہیں کرسکے گا۔

—— بہرنقدیر جناب جنرل ضیاء الحق صاحب نے اپنی پہلی تقریر میں اکتوبر میں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات اور اسلامی نظام کی ضرورت کا اعتراف کرکے مارشل لا کے لئے وقتی اور عارضی جواز مہیا کردیا ان کے بعد کے اقدامات بالخصوص قطع ید (ہاتھ کاٹنا) وغیرہ کے احکامات اور اسلام سے اپنی گہری وابستگی کے مظاہروں نے قوم کے دل اور بھی موہ لیے، اب ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنرل صاحب موصوف کو توفیق دے کہ وہ اپنے وعدوں کو نبھائیں اور بہت جلد ایسے خیالات پیدا کریں کہ یہ ملک اور قوم حقیقی معنوں میں منزلِ مقصود اسلامی نظام اور نظامِ مصطفیٰ سے ہمکنار ہوسکے۔ ہم ایک ایسے موڑ پہ آپہنچے ہیں جہاں سے اپنی نئی زندگی کا آغاز کرسکتے ہیں۔ ووٹ کی عصمت اور تقدس اور قدر و قیمت اب قوم کے ہر فرد کو محسوس ہونی چاہئے، خداوند قدوس پوری قوم کو توفیق دے کہ آنے والے انتخابات میں اپنی رائے کو مؤمنانہ عزم کے ساتھ شریعتِ محمدیہ کے دائمی غلبہ و نفاذ کا ذریعہ بناسکے اور ملک و ملت آئندہ ان کے انقلابات و اضطرابات سے محفوظ ہو۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ۔

سمیع الحق

وفیات

● — دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث کی مسند برصغیر کے علم و فضل کی بلندترین مسند ہے۔ اس پہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے علمی، دینی اور روحانی ہر لحاظ سے جامع شخصیتیں فائز فرمائیں۔ حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے بعد حضرت علامہ مولانا فخرالدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف پڑھاتے رہے، ان کے وصال کے بعد یہ سعادت حضرت مولانا شریف الحسن صاحب مرحوم کے ذمہ آئی انہوں نے اپنے دیگر اہم علمی مشاغل چھوڑ کر دارالعلوم دیوبند کی دعوت پر لبیک کہا اور آخر وقت تک درسِ بخاری کی عظیم روایات کو برقرار رکھا، اب پچھلے ۵ رجون کو یکایک حرکت قلب بند ہونے سے ان کا وصال ہوگیا، اور دارالعلوم دیوبند کی یہ مقدس مسند

علم وفضل ایک بار پھر خالی ہوگئی، مگر جس ذات نے غیبی طور " رجال غیب " اس منصب جلیلہ کے لئے پیدا فرمائے اس سے قوی امید ہے کہ دارالعلوم کا یہ اہم ترین تدریسی منصب اب بھی خلاء سے محفوظ رکھے گا، حق تعالیٰ مولانا مرحوم کو درجات عالیہ پسماندگان کو صبر اور دارالعلوم کو ان کا نعم البدل عطا فرمادے۔ آمین۔

● پرسوں ۲۴ شعبان ۱۳۹۷ھ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو صوبہ سرحد کے ایک گمنام مگر جید عالم اور صاحب دل بزرگ حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب مجددی نقشبندی عرف شاہ منصور لالہ کا تقریباً ۸۵ برس کی عمر میں انتقال ہوگیا، نماز جمعہ کے بعد تدفین ان کے آبائی گاؤں شاہ منصور تحصیل صوابی میں ہوئی، علماء و صلحاء نے دور دراز سے جنازہ میں شرکت کی، آپ معقولات اور منقولات کے جامع علماء میں سے تھے، تعلیم سرحد کے مختلف مقامات پر حاصل کی اور پھر دہلی، لکھنؤ، مردان اکوڑہ خٹک کے مدارس میں عمر بھر اعلیٰ کتب کی تدریس ان کا مشغلہ رہا، علوم ریاضی منطق معانی اور تفسیر میں بڑی مہارت رکھتے تھے، ان کے تلامذہ میں حضرت حاجی محمد امین صاحب ترنگ زئی، حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب میانیؒ کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ اور مولانا محمد فرید صاحب مفتی دارالعلوم حقانیہ جیسے اکابر علم و فضل شامل ہیں۔ علوم ظاہریہ کے ساتھ علوم باطنیہ اور سلوک وارشاد سے بھی تعلق رہا۔ حضرت مولانا عبدالمالک صدیقی خانیوالؒ کے اولین خلفاء میں سے اور سلاسل سبعہ میں مجاز تھے، صاحب جذب بزرگ، کم گو، ہمہ وقت ذاکر، زہد و قناعت اور سادگی میں بزرگوں کا نمونہ تھے۔ ان کے پسماندگان میں، مولانا ضیاء الحق، مولانا سعید الحق، مولانا رفیع الحق وغیرہ ہیں اور ثانی الذکر دونوں دارالعلوم حقانیہ کے فاضل ہیں۔

● علاقہ بنوں کے ایک معمر عالم حضرت مولانا سید نور اللہ جان شاہ صاحب یکم جولائی ۱۹۷۷ء کو بعمر اسی برس انتقال فرماگئے۔ عمر بھر درس و تدریس اور اشاعت علوم عربیہ سے تعلق رہا، بزرگوں کا نمونہ تھے، اور علوم و فنون میں مہارت تام رکھتے تھے۔

● میر پور خاص سندھ کے حاجی محمد رفیق صاحب ۲ جون ۱۹۷۷ء جمعرات کو ۷۴ برس کی عمر میں وصال فرماگئے، آپ حاجی عبدالغفور صاحب جو دھپوریؒ کے خلیفہ اور حکیم الامۃ حضرت تھانویؒ و دیگر اکابر کے صحبت یافتہ اور ان کے علوم و ہدایات کے گرویدہ تھے۔ — ہم ان تمام حضرات کے رفع درجات اور برکات و فیوضات کے جاری و ساری رہنے کے لئے قارئین سے دعا کی اپیل اور ان کے پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ (ادارہ)

نیا داخلہ

مدرسہ عربیہ تعلیم الدین رجسٹرڈ بھیرہ میں حسب سابق نیا داخلہ ۱۰ شوال المکرم سے شروع ہوگا انشاء اللہ درس نظامی کے علاوہ حفظ و ناظرہ والے طلبہ کا داخلہ بھی ہوسکے گا۔ قدیم و جدید طلبہ رمضان المبارک میں خط کے ذریعہ معلومات حاصل کریں۔ اجازت نامہ ہمراہ ہونا لازمی ہے۔

مدرسہ عربیہ تعلیم الدین رجسٹرڈ۔ بھیرہ۔ ضلع سرگودھا۔ پاکستان۔ فون ۴۹

ارشادات مفکر اسلام قائد جمعیۃ العلماء اسلام مولانا مفتی محمود مدظلہ

ضبط و ترتیب : سمیع الحق

نفاذِ شریعت کا فریضہ

اور

ہماری ذمہ داریاں

تبلیغِ دین میں کوتاہی کے اسباب اور اسکا علاج

ہری پور سنٹرل جیل میں زمانۂ اسارت کے دوران حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ قائد قومی اتحاد و سربراہ جمعیۃ العلماء اسلام نمازِ جمعہ سے قبل دو ڈھائی ہزار اسیرانِ شریعت سے پُر حکمت خطاب فرماتے۔ ۵ اپریل ۱۹۷۷ء جمعۃ المبارک کو کی گئی یہ تقریر ایڈیٹر الحق نے اسارتِ ہری پور کے دوران قلمبند کی اور اسے حتی الوسع حضرت مفتی صاحب کے الفاظ میں پیش کیا جارہا ہے۔ نظامِ شریعت اسلامیہ کے قیام و نفاذ کے لئے یہ خطاب پوری ملتِ مسلمہ کیلئے آج بھی دعوتِ غور و فکر اور دعوتِ عمل ہے۔ — ادارۃ الحق —

الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اما بعد۔ فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمك من الناس واللہ لا یھدی القوم الکفرین۔

محترم بزرگو اور بھائیو! میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کی ایک آیت تلاوت کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرماکر یہ حکم دیا کہ: بلغ ما انزل الیك من ربك — کہ آپ پہنچادیں ہر وہ حکم ہر وہ بات جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے تمہارے پروردگار کیطرف سے، اے پیغمبرؐ جو جو احکام پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کئے گئے ہیں۔ وحی کے ذریعہ سے ان احکام کو لوگوں تک پہنچا دو۔ وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ اگر آپ نے یہ کام نہ کیا اور میرے احکام کو لوگوں تک نہ پہنچایا، تو آپ نے میری رسالت، میری پیغمبری، میرا پیغام لوگوں تک نہیں پہنچایا جو آپ کے ذمہ ایک عظیم کام ہے۔ واللہ یعصمك من الناس۔ اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین — اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا۔

باقی صــــ پر

اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ کرے۔ تبلیغ دین اور لوگوں کو معروفات کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا، یہ پیغمبرانہ مشن ہے۔

میرے محترم دوستو! اگر ایک شخص یہ دیکھتا ہے کہ برائی ہو رہی ہے، لوگ غلط راستوں پر چل رہے ہیں تو فرض ہو جاتا ہے کہ اس برائی کو روکا جائے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے۔ جناب نبی کریمؐ نے فرمایا:

من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ والا فبلسانہ والا فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔

جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو برائی کو اپنے ہاتھ سے بدل دے، قوت اور طاقت سے اس برائی کو ختم کر دے۔ قوت سے نہیں روک سکتا تو پھر اسکو زبان سے بدل دے اور کہے یہ برائی ہے۔ اس کو چھوڑ دو اگر زبان سے روکنے سے بھی کمزور ہے تو پھر دل سے اسکو بُرا مانے یہ کمزور ترین ایمان ہے۔

اور فرمایا کہ اس کے بعد دل میں بھی بُرا نہیں سمجھتا تو اس کے دل میں کوئی ایمان نہیں یعنی رائی کے برابر بھی ایمان نہیں۔ غرض یہ کہ ایک شخص برائی کرتا ہے۔ دوسرا اسے روکے گا تو پھر برائی ختم ہو گی اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو برائی بڑھتی جائے گی۔ قرآن کریم میں بنی اسرائیل کا واقعہ ذکر ہے۔

وسئلھم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر اذ یعدون فی السبت اذ تاتیھم حیتانھم یوم سبتھم شرعا ویوم لا یسبتون لا تاتیھم کذلک نبلوھم بما کانوا یفسقون۔

اے میرے پیغمبر ذرا ان سے پوچھیں کہ اس بستی کے لوگوں کا حال کیا تھا جو سمندر کے کنارے پر تھی، یہ بنی اسرائیل کی بستی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس بستی والوں کو ان کے دین کے مطابق ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار سے روک دیا۔ لیکن منع کرنے کے باوجود انہوں نے خیال کیا کہ جب مچھلیاں ہیں تو ہم کیوں شکار نہ کریں، حیلہ تلاش کیا کہ اس کو ہم ہفتہ کے دن بھی کھائیں، لیکن شریعت کی اجازت نہ تھی، ادھر اللہ نے ان کا اس طرح امتحان لیا کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں سمندر کی سطح پر اوپر آجاتی تھیں اور باقی دنوں میں غائب ہو جاتی ہیں۔

ویوم لا یسبتون لا تاتیھم۔ جس دن وہ چھٹی نہ کرتے تو مچھلیاں اوپر نہ آتیں۔

تو انہوں نے ایک حیلہ کیا کہ سمندر کے کنارے ایک تالاب بنایا اور اسکی طرف سمندر کے پانی کے لئے راستہ بنایا تو ہفتہ کے دن تالاب میں چلے جاتے تھے اور شام کو وہ سمندر کے راستہ کا پانی بند کر دیتے تھے وہ واپس سمندر میں نہ جا سکتیں اور اتوار کے دن تالاب سے مچھلیاں پکڑ لیتے۔ اور پھر چھ دن استعمال کرتے ان کا خیال تھا کہ ہم نے ہفتہ کے دن شکار نہیں کیا۔ لیکن یہ ایک مذاق تھا، واقعہ میں انہوں نے مچھلیوں کو بند

کرکے شکار تو کرہی لیا ، نافرمانی کرلی ۔لیکن اس کے باوجود وہ خوش تھے ۔ یہ عمل ان کا جاری تھا کہ اس وقت ایک جماعت نے شکار کرنے والوں سے کہا کہ یہ کیا کر رہے ہو ۔ ؟ تم تو نافرمانی کرتے ہو ان کو منع کرنے کے لئے انہیں مقابلہ میں آنا پڑا ، اس دوران میں ایک تیسرا گروہ تھا ، انہوں نے منع کرنے والوں سے کہا کہ تم انہیں کیوں روک رہے ہو ، اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب دے دینا ہے ۔ یہ ہلاک ہو جائیں گے ۔ تم کیوں روکتے ہو ، لیکن انہوں نے جواب میں کہا :

واذ قالت امۃ منھم لم تعظون قوماً ن اللہ مھلکھم او معذبھم عذاباً شدیداً قالو معذرۃً الی ربکم ولعلھم یتقون ۔ کہ ہم اپنے پروردگار کے سامنے ایک عذر پیش کرنا چاہتے ہیں اور شاید یہ لوگ اللہ سے ڈرنے لگیں ۔

کہ قیامت میں جب پیش ہوں گے اور اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیوں نہ روکا تو ہم جواب میں عذر پیش کر دیں گے ۔ اور یہ بھی امید ہے کہ یہ لوگ شاید ہمارے کہنے سے رک جائیں ۔ تو تین گروپ بن گئے ۔ ۱ ۔ گناہ کرنے والا ۔ ۲ ۔ روکنے والا ۔ ۳ ۔ روکنے والوں کو منع کرنے والا ۔ مگر یہ بھی اس برائی کو بُرا سمجھ رہے تھے ، یعنی خاموش گروپ ۔ پھر فیصلہ اللہ کا کیا ہوا ۔ اللہ تعالیٰ نے صرف ایک گروہ کو بچایا کہ جو روک رہے تھے ۔

نافرمان گروپ اور حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں پر بھی عذاب آیا ، اور جو خاموش تھے درمیان میں وہ بھی عذاب میں مبتلا ہوئے ـــــ اور وہ گروہ جو اللہ کے حکم سے نافرمانی دیکھ کر مقابلہ میں آیا ان کو بچا لیا گیا ۔ ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کشتی کی مثال دی ہے دریا میں جس کے دو درجے ہیں ایک اوپر کا ایک نیچے کا ۔ کچھ لوگ اوپر سوار تھے ، اور قاعدہ ہے کہ کشتی میں سوار ہوں تو دریا سے پانی لینے والے اوپر سے ایک ڈول ڈال کر دریا سے پانی لیتے ہیں ۔ اوپر والے تو ڈول ڈال کر نکال لیتے مگر اندر والے اوپر جاکر پانی کے لئے ڈول ڈالتے ہیں ۔ تو اوپر والوں نے کہا کہ تم ہمیں ہر وقت پریشان کرتے ہو اس لئے اوپر آنے سے انہیں روک دیا ۔ نیچے والوں نے مجبوراً سوچا کہ جب یہ لوگ ہمیں اجازت نہیں دیتے تو ہم نیچے سے کشتی میں ایک سوراخ لگا دیں گے اور اس سے پانی لیں گے ۔ انہوں نے کلہاڑا دے مارا ۔ تو حضورِ اقدس ؐ نے فرمایا کہ اگر اوپر کے لوگ آکر ان کا ہاتھ پکڑ لیں ، انہیں روک دیں تو اوپر اور نیچے والے دونوں غرق نہیں ہوں گے ۔ لیکن اگر وہ کہیں کہ یہ ان کا اپنا حصہ ہے ہم کیوں روکیں اور سوراخ کرنے دیا ، ہاتھ نہ پکڑا ، تو سوراخ سے پانی آکر اوپر اور نیچے دونوں کو غرق کر دیگا ۔ یہ مثال حضور ؐ نے دی کہ جو لوگ گناہ اور غلطی کرتے ہیں دوسرے لوگوں نے آکر زبردستی نہ پکڑا ، برائی سے نہ روکا تو جرم کرنے والے اور جو نہ پکڑیں دونوں غرق ہو جائیں گے ۔ اور خدا کا عذاب دونوں پر یکساں آئے گا ۔ حضور ؐ نے مثال دیکر کتنا واضح فرما دیا کہ کسی برائی والے کو جب بھی دیکھو اس پر ہاتھ ڈال کر اسے روکو ۔ دونوں بچ جاؤ گے ۔

ورنہ دونوں نہ بچ سکو گے ۔ اس لئے برائیوں سے روک کر خدا کے احکام لوگوں تک پہنچانا نبوت کا پروگرام اور مشن ہے ۔ جب نبی کریمؐ کی وفات کے بعد اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا ۔ تو اب نبوت کا مشن کون چلائے گا ۔؟ چودہ سو سال تو ہوگئے ، آگے دنیا کب تک رہے گی ۔ تو یہ مشن یہی مسلمان چلائیں گے ۔ جن کے پاس دین ہے علم ہے ۔ وہ اہل ہیں ، پیغمبر کے وارث ہیں ۔ حدیث میں ہے :

ان الانبیاء لم یورثوا دینارًا ولا درھمًا ولکن ورثوا العلم ۔ (الحدیث)

مال اشرفی روپے کچھ بھی پیغمبر کے وراثت کا مال نہیں ہوتا ان کی وراثت کیا ہے ؟ علم ! جو ان کے مشن کو آگے چلائے وہی پیغمبر کا وارث ہے ۔ آج خدا کے دین میں احکام میں حیلہ جوئی ہو رہی ہے ۔ جیسے کہ یہودیوں نے مچھلیوں کے شکار میں حیلہ بنایا تو اللہ کا عذاب ان پر آیا ۔ اس طرح اگر تم لوگ آگے بڑھ کر برائیوں کو نہیں روکو گے تو یقیناً خدا کا عذاب سب کو لپیٹ میں لے گا ۔

آج ہمارے ملک پاکستان میں کیا خدا کے دین کے احکام میں حیلے نہیں ڈھونڈے جا رہے ۔؟ کھلم کھلا نافرمانی نہیں ہو رہی ہے ۔؟ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ خدا کا دین آج یہاں پہ نافذ نہیں ۔ آپ نعرے تو لگاتے ہیں کہ پاکستان کا مطلب کیا ۔؟ لا الہ الا اللہ ۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ یہاں دینِ اسلام پر بننے والے ملک میں ایک بھی قانون اسلام کا نافذ نہیں ۔ کیا محمد الرسول اللہ کا ایک حکم بھی نافذ ہوا ۔؟ ایک بتا دو تو میں مانوں ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ جو نعرہ پاکستان کا مطلب کیا کا لگا ، یہ نعرہ اصل میں ادھورا تھا ، لا الہ تو کہہ دیا مگر محمد الرسول اللہ نہیں کہا ۔ تو اللہ تو ہے ۔ ایک ہے یہ تو ٹھیک ہے ، اسے عیسائی بھی یہودی بھی مانتے ہیں ۔ پھر پاکستان کا مطلب صرف لا الہ کہہ کر بات کیا ہوئی ؟ جب تک محمد الرسول اللہ کا نظام یہاں نہیں لائیں گے ۔ تو ایمان مکمل نہیں ہوگا ۔ ادھورے کلمے سے کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا ۔ یہودی بھی لا الہ کہتے ہیں مگر محمد الرسول اللہ کو نہیں مانتے اگر پورا کلمہ نہیں تو پاکستان کا مطلب حاصل نہیں ہو سکتا ۔ انگریزوں کا قانون یہاں پہ رائج ہے ۔ مرزائیوں کا مسئلہ ہے ، منکرین حدیث موجود ہیں یہاں سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ ہم نے کلمہ ادھورا پڑھا ہے ۔ جب تک آپ قصد نہ کریں کہ ہم پاکستان میں محمد الرسول اللہ کا نظام لائیں گے اور کفر الحاد اور زندقہ کو اور اس کے نظاموں کو درہم برہم کریں گے ۔ اسلام کا عادلانہ نظام لائیں گے ، اس وقت تک ہمارے مسائل حل نہیں ہوں گے ۔ غرض یہ کہ قرآنِ کریم کی آیات : یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ـــــ میں نبی کو حکم ہوا دین کے پہنچانے کا ۔ تو جب انسان دین کے پہنچانے میں کوتاہی کرتا ہے ۔ تو تین وجوہات سے :۔

۱۔ دین کے احکام کو دنیا تک پہنچانے کی اہمیت اور اس کے فرض وجوب اور لزوم کا احساس نہیں ہوتا سوچتا ہے کہ ٹھیک ہے یہ کوئی اتنا اہم مسئلہ نہیں جسے زندگی کا مشن بنا لیا جائے ۔

۲۔ کوتاہی کی دوسری وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ جب آپ پورے دین کو پھیلائیں گے، آپ کیلئے مصیبت بنے گی دشواریوں اور مشکلات کے پہاڑ راستے میں حائل ہو جائیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے لوگوں کے محبوب تھے، ہر دلعزیز تھے، مگر جب آپؐ نے اللہ کا دین پہنچانا شروع کیا اور اللہ نے حکم دیا کہ : یا ایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر — جب یہ بات ہوئی، پھر کیا ہوا؟ اپنے بھی دشمن، گھر میں بھی دشمن، باہر بھی دشمن، اپنے چچا ابولہب ان کے مقابلہ میں میدان میں آئے، آپ کی طرف بلاتے اور ابولہب کہتے : تباً لک الھذا دعوتنا الھذا جمعتنا۔ ہلاکت ہو آپ کی العیاذ باللہ اس لئے آپ نے اکٹھا کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے تبت یدا ابی لھب وتب۔ میں اس کا جواب دیا کہ ہلاک ہو گیا ابولہب۔

لوگ راستہ میں کانٹے بچھا رہے ہیں، بیت الحرام میں آپ تشریف لے گئے، قرآن مجید پڑھ رہے ہیں، بدبختوں نے آپ کو پکڑ لیا۔ گلے میں چادر ڈال دی اور چادر کو اتنا مروڑا کہ آواز بند ہو گئی، آنکھیں باہر نکل آئیں جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے آکر کہا : اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ۔ ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو صرف اللہ کو اپنا رب پکارتا ہے۔

لوگ انہیں اسقدر پیٹتے کہ خون بہنے لگتا۔ اچھے خاصے خوش و خرم تھے مگر دین کے پھیلانے میں خون بہانے کے خطرات درپیش ہوئے — تو ان مشکلات کے سامنے کون ٹھہرے، آدمی ہمت ہار جاتا ہے۔ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مکہ میں ۱۳ سال اور مدینہ میں دس سال جو مشکلات سامنے آئیں اگر میں اسکی تفصیل بیان کروں تو کلیجہ پھٹ جائے، آپ کے ساتھیوںؓ، جانباز اور مخلص سچے ساتھیوں پر جو گذری ان مشکلات کو سن کر انسان گھبرا جاتا ہے۔ باہر نکلو دین کے لئے حق کے لئے تو قید و بند ہے جیل ہے گولیاں چلتی ہیں، آنسو گیس کے سامنے آنا پڑتا ہے۔ لاٹھی چارج ہوتا ہے — اور گھر میں چونکہ آرام سے بیٹھنا ہوتا ہے، اس لئے لوگ دین پھیلانے کے لئے میدان میں آنے سے اور مقابلہ کرنے سے کتراتے ہیں۔

۳۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ جب دین کے نافذ ہونے کی جدوجہد ہو رہی ہو مگر کوئی مانتا نہیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس تبلیغ کی دین کو پھیلانے کی سعی کی مگر کوئی آدمی مانتا نہیں اور جب بالکل نہیں مانتا حتیٰ کہ اپنا بیٹا بھی کافر ہے تو ایسے وقت مایوسی آجاتی ہے، انسان ہمت ہار جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمت قابل داد ہے کہ اتنا عرصہ تبلیغ کرتے کرتے بھی مایوس نہ ہوئے، آخر جب وہ قوم عذاب کی مستحق ٹھہر گئی، تب دعا کی کہ : انی دعوت قومی لیلاً ونھاراً فلم یزدھم دعائی الا فراراً۔

میں نے اس قوم کو رات دن بلایا اتنا ہی یہ بھاگے۔

وانی کلما دعوتھم لتغفر لھم جعلوا اصابعھم فی آذانھم واستغشوا ثیابھم واصروا واستکبروا استکبارا۔ جب بھی ان کو دعوت دیتا ہوں یہ انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس دیتے ہیں، منہ چھپا لیتے ہیں اور کفر پر اصرار کرتے ہیں، نہیں مانتے، یا اللہ اب میں کیا کروں۔؟ تو اس کے بعد انہوں نے کہا اے میرے پروردگار رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ یا اللہ ان سب پر عذاب بھیجدے، ساڑھے نوسو برس کی تبلیغ سے بھی یہ ٹھیک نہیں ہوتے۔ تو عذاب آنے لگا مگر ایک بات اللہ نے فرمائی کہ پیغمبرؑ کی طبیعت میں شفقت تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ؛ ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون۔ ان ظالموں کے بارہ میں سفارش مت کرو انہوں نے لازماً غرق ہو جانا ہے، طوفان آیا پانی آیا نوح علیہ السلام کشتی بنا رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ جو لوگ آپ کا ساتھ دے چکے ہیں انہیں اپنے ساتھ بچانا۔ فرمایا: واصنع الفلک باعیننا ووحینا۔ ہماری وحی اور ہمارے حکم کیساتھ اسے بناؤ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کلما مر علیھم ملأ من قومہ سخروا منہ قال ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون۔ گذرنے والے مذاق کر رہے تھے کہ اس دیوانے کو دیکھو کیا کر رہا ہے۔

حضرت نوح جواب میں فرماتے کہ ایک دن ایسا آرہا ہے کہ ہم تمہارے ساتھ مذاق کریں گے ___ نوح علیہ السلام کا اپنا لڑکا کافروں میں تھا، پانی میں ڈوب رہا تھا۔ تو نوح علیہ السلام نے اس لڑکے سے کہا یا بنیّ ارکب معنا ولا تکن مع الکافرین۔ اے بیٹے ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ کافروں کا ساتھ مت دو۔ اس نے کہا کہ: سآوی الی جبل یعصمنی من الماء۔ میں کسی اونچی چوٹی اور پہاڑ کی پناہ لے لوں گا ___! نوح علیہ السلام نے کہا ___ قال لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم۔ آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ پھر ایک لہر آئی فکان من المغرقین۔ اور اسے غرق کر کے لے گئی۔ خدا نے نوح علیہ السلام کو منع کیا تھا اور فرمایا تھا کہ تو سفارش مت کرمیں تمہیں اور تمہارے اہل کو بچاؤں گا۔ تو نوح علیہ السلام کو تھوڑا سا بہانہ مل گیا کہ بیٹا بھی تو میرا اہل ہے۔ تو اس کی سفارش کی کہ یہ میرا بیٹا بھی میرا اہل ہے۔ ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق۔ آپ کا وعدہ سچا ہے مگر آگے سفارش کرنے سے ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ وانت احکم الحاکمین۔ فیصلہ آپ کو کرنا ہے، بات تو کر ہی لی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قال یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم۔ الآیۃ۔ فرمایا یہ تمہارا اہل نہیں اس کے اعمال تیرے طرح نہیں اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ایک سید پیغمبر کی اولاد جب پیغمبر کے طریقوں پر عمل نہیں کرتا اس کا رشتہ پیغمبر سے کٹ جاتا ہے۔ پیغمبر کی اولاد کا رشتہ اسوقت تک قائم رہے گا کہ وہ ان کے طریقوں

پر چلنا ہے ۔ غرض یہ کہ جب دین کا پھیلانے والا جب منزل پر نہیں پہنچ سکتا تو مایوس ہو جاتا ہے ۔ ہمت جواب دے جاتی ہے ـــــ تو یہ تین وجوہات ہیں تبلیغ نہ کرنے کی ـــــ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جب اِس آیت میں دین کو پھیلانے کا حکم دیا تو تینوں کا جواب دے دیا کہ :

۱۔ دین کی تبلیغ کی اہمیت اتنی ہے کہ اگر نہ کیا تو فما بلغت رسالتہ ۔ پیغمبرانہ مشن ناکام ہو جائے گا۔ تو یہ کتنا اہم مسئلہ ہوا ۔؟ اب کیسے اہمیت کا احساس نہ ہوگا ۔؟

۲۔ مشکلات ، قید و بند ، قتل و شہادت کا جواب اللہ نے دیا کہ واللہ یعصمک من الناس ۔ لوگ تم پر غالب نہیں ہوں گے ، خدا تمہاری حفاظت کرے گا ۔

۳۔ اور انکی بات کا جواب کہ لوگ ساتھ نہ دیں گے ، تو کہا کہ تمہارا اس سے کیا کام ۔ یہ تو اللہ کے ہاتھوں میں ہے واللہ لایھدی القوم الکفرین ۔ کوئی مانے نہ مانے یہ تمہارا کام نہیں ۔ غرض یہ کہ جب آج آپ دین کو عملاً نافذ کرنا چاہتے ہیں شریعت کا نظام لانا چاہتے ہیں تو اس میں کوئی کوتاہی نہ کریں ۔ صرف پیٹ پالنا تو حیوان کا کام ہے ۔ اسے اللہ تم سے زیادہ دیتا ہے ۔ صبح تم بھی اور بیل بھی اکٹھے کھیت میں کام کرنے جاتے ہو ۔ سارا دن تم بھی اور بیل بھی چرتا ہے ، شام کو اکٹھے آجاتے ہو ۔ اور گھر آکر بیل باندھ کر اس کے چارہ پانی ہر چیز کا تم انتظام کرتے ہو تو بیل کے ساتھ برابر کا یا اس سے زیادہ کام کرتے ہو اور کھانا اس کو پہلے ملتا ہے اور تمہیں بعد میں ۔ تو پیٹ پالنا تو کوئی بڑا کام نہیں انسان کا کام دین کو اور دین کے نظام عدل کو پھیلانا ہے ، انسان پر ظلم ہو رہا ہو ، لوگ ظلم کی چکی میں پس رہے ہوں تو اسلام کا نظامِ عدل نہیں آسکتا اس کے لئے دن رات ایک کر کے کام کرو گے صحابہ کرامؓ نے قربانیاں دیں ، ۲۳ برس میں دین کو اپنایا اور پھیلایا ۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ۔ آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام بحیثیت نظامِ حیات کے پسند کر لیا ۔

مشکلات کے باوجود چلنا پڑتا ہے ۔ یہ سیڑھیاں ہیں تم کامیاب ہو گے ۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہم نے اللہ کے حکم کے مطابق دین پھیلانے کے لئے تمام قوتیں صرف کرنی ہیں ۔ یہ جیل میں پڑا رہنا تو معمولی بات ہے میں کہتا ہوں دین کے لئے گولی بھی کھانی پڑی تو آپ تیار رہیں گے ۔ (نعرہائے تکبیر)

غرض یہ کہ محنت سے قربانی سے گھبراؤ نہیں ، ہمت نہ ہارو اور جو مقصد لے کر آئے ہو اسی کو سامنے رکھو ۔ آپ کہیں گے کہ ۳۰ سال سے ہم لڑ رہے ہیں ایک اچھے نظام کو لانے کے لئے فرنگی نظام کو شکست دینے کے لئے ۔ مگر وہ تو اسی طرح قائم ہے ، فرق یہ ہے کہ فرنگیوں کا رنگ سفید تھا اور یہ کالے ہیں قانون وہی ہے ۔ زبان وہی ہے ، تہذیب وہی ہے ۔ طور طریقے وہی ہیں ، سب کچھ وہی ہے ـــــ وہ اصلی تھے ، یہ نقلی ہیں ۔

بتاؤ اصل اچھا ہوتا ہے یا نقل اچھا ہوتا ہے۔؟ اس لئے کہتے ہیں کہ ان سے تو انگریز اچھے تھے ـــ تو اصلی اور نقلی کا فرق ہوتا ہے۔ گورے اچھے ہوتے ہیں یا کالے ؟ کیا فرق ہے۔ ان کی آنکھیں نیلی اور ان کی کالی ہیں۔ تو انگریز سے ہماری دشمنی کیوں تھی۔؟ اس کے قانون سے اس کی حکومت سے اس کے خلاف اسلام طور طریقوں سے ہماری دشمنی تھی اور وجہ یہ تھی کہ ان کی تہذیب سے ان کے مذہب سے ان کے ظلم و تشدد سے ہمیں نفرت تھی اگر کالے چمڑے والا وہی سب کچھ کرے انہی قوانین کو اپنائے اسی تہذیب کو اختیار کرے تو اس سے بھی ہماری دوستی نہیں ہوسکتی۔ ہم اصول سے دشمنی کرتے ہیں، اشخاص سے نہیں۔ تو تیس ۳۰ سال سے آپ محنت کر رہے ہیں، آپ شاید مایوس ہوجائیں مگر آپ پھر بھی کامیاب ہیں، آپ اس راستے پر چلتے ہیں اور دین اللہ کے حکم کے مطابق نہیں آتا تو وہ اللہ جانے گا۔ ہمارا تو فرض ہے اسی راستہ پر چلتے رہنا، یہاں تک کہ خدا کا نظام قائم ہو۔ کوئی ہدایت قبول نہ کرے تو یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ تو فرمایا کہ : واللہ لایھدی القوم الکافرین۔

ہم بالکل مایوس نہیں ہیں جب تک جان میں جان ہے۔ یہ قافلہ رواں دواں رہے گا۔ مایوسی ہرگز نہیں، کوئی یہ بات دل میں نہ لائے کہ لوگ ساتھ نہیں دے رہے اور اب تو ساتھ بھی دے رہے ہیں تو پھر مایوسی کی کوئی بات ہی نہیں۔ بی بی سی کی معمولی سی خبریں آجاتی ہیں تو آپ کے چہرے پژمردہ ہوجاتے ہیں، اور ذرا جلوسوں کی خبریں زیادہ آئیں تو چہرے تازہ ہوجاتے ہیں ـــ تو ساتھ دینے نہ دینے سے فرق پڑتا ہے۔ مگر یہ ظاہری چیزیں ہیں، آپ گھبرائیں نہیں، انشاء اللہ قافلہ منزل پر پہنچے گا۔

لوگ پوچھتے ہیں کہ بات چیت ہو رہی ہے، میں کہتا ہوں کہ بات چیت اگر ہوئی بھی تو آپ کے مطالبات کے حق پر ہوگی، ہم دیکھیں گے کہ کوئی سودا نہ ہو۔ قوم کی اس عظیم قربانی سے کوئی غداری نہیں کی جائے گی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مطبوعات مؤتمر المصنفین۔ سلسلہ ۵

برکۃ المغازی

(عربی)

از حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب مدرس دار العلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک

صحیح بخاری کی کتاب الجہاد والمغازی سے متعلق اہم حدیثی مباحث، بالخصوص حدیث وصیۃ الزبیر کی حسابی تشریح، نبی کریم کے مشہور غزوات و سرایا اور ان کے نتائج اور سیرت مطہرہ کے اہم ترین واقعات کی تاریخی فہرستیں، غزوات نبوی کے نقشے اور جداول۔ اہل علم اور مدارس عربیہ کے لئے بہترین علمی تحفہ۔ ۸۸ صفحات۔ قیمت : چار روپے

مؤتمر المصنفین، اکوڑہ خٹک، ضلع پشاور

شاہراہ قراقرم جو شاہراہ ریشم بھی کہلاتا ہے، ریشم کی طرح باریک اور سخت دشوار گذار گھاٹیوں اور سر بفلک پہاڑوں کے لحاظ سے پاکستان کا گویا پل صراط کہلا سکتا ہے۔ یہ راستہ سوات اور ہزارہ کے کوہستانی علاقوں سے گذر کر پاکستان کو چین سے ملاتا ہے۔ ایوب خان مرحوم کے زمانہ میں پاکستان اور چین کے باہمی معاہدے کے بعد اسکی تعمیر شروع ہوئی اور چین نے بھی اسکی تعمیر میں اپنے سخت جان چینی کاریگروں اور انجینئروں کو لگایا۔ یہ سڑک ایسے بلند و بالا پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر بنائی گئی ہے کہ جہاز بھی اسے بے خطر ہو کر عبور نہیں کر سکتے۔ ہیلی کاپٹر بھی ان پہاڑیوں کے دروں سے گذرتا ہے تو اسکی پرواز بعض سڑکوں سے بہت نیچی ہوتی ہے۔ اور اوپر سے کوئی پتھر مار کر بھی اسے گرایا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی گاڑی ذراسی سڑک سے سرک کر نیچے گر جائے تو کئی کئی ہزار فٹ کی مہیب گھاٹیوں میں اس کے پرزے تک بھی نہ مل سکیں۔

چین کی اہم بین الاقوامی حیثیت اور پاکستان اور چین کے درمیان اسی راستہ کی شہ رگ کی طرح اہمیت نے اس شاہراہ کو دنیا میں نازک جغرافیائی حیثیت دیدی ہے۔ قومی اتحاد کی اسلامی تحریک شہروں اور دیہاتوں سے گذر کر جب دور افتادہ سرحدی علاقوں اور ان سر بفلک پہاڑوں تک کو اپنی لپیٹ میں لے چکی جو پاکستان کی سرحدات کیلئے سد سکندری کا کام دے رہے ہیں۔ تو اس شاہراہ کے متعلق جیل میں بھی افواہیں پہنچنے لگیں کہ اس شاہراہ کے غیور اور مومن کوہستانی باشندوں نے راستہ کو کئی مقامات سے کاٹ دیا ہے۔ یہ خبریں ہمیں اس علاقہ کے اسیر رہنماؤں کے متعلقین کے ذریعہ پہنچیں، کہا جاتا تھا کہ ان لوگوں نے راستہ کھولنے سے اس وقت تک انکار کیا ہے۔ جب تک کہ موجودہ حکومت مستعفی ہو کر قومی اتحاد کے زعماء بالخصوص اس کے بزرگ اور عالم قائد مولانا مفتی محمود اور ان کے رفقاء کو اسلامی نظام کے نفاذ کا عملی موقعہ نہ دے۔ اس کے بعد ایک دن گورنر صوبہ سرحد جناب نصیر اللہ خان صاحب بابر ہری پور آئے اور جیل سے باہر ریسٹ ہاؤس میں ہمارے بزرگ اسیر ساتھی کوہستانی علاقہ کے منتخب رکن قومی اسمبلی حاجی فقیر محمد خان صاحب بٹگرام (ہزارہ) سے ملاقات کی اور اس

ناظرہ کے کھولنے کے سلسلہ میں ان سے مدد چاہی مگر حاجی فقیر محمد خان صاحب نے ایسے کسی تعاون سے معذرت ظاہر کی۔ حاجی فقیر محمد خان صاحب نہایت سلجھے ہوئے پڑھے لکھے انسان ہیں۔ دارالعلوم دیوبند میں بھی پڑھ چکے ہیں اور اس زمانہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ سے بھی کئی کتابیں پڑھی ہیں، موجودہ انتخابات میں وہ جمعیۃ العلماء اسلام کے ٹکٹ پر اسی کوہستانی علاقہ سے مولانا عبدالباقی وغیرہ کے مقابلہ میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے جیل کے اسیروں کے مسائل اور انتظامی امور میں بھی آپ بڑی سرگرمی سے حصہ لے رہے ہیں اور اسیران جمعیۃ کی اکثر مشکلات میں ان سے رجوع کرتے ہیں۔ جیل میں قائد محترم مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہٗ کے آرام و راحت اور ان کے کھانے کا نظم و نسق بھی عموماً ان کے ذمہ تھا۔ اور مولانا سمیع الحق صاحب بھی اکثر اسی احاطہ میں ہوتے تھے۔ آپ نے انہیں جیل کے اس احاطہ کے سپرنٹنڈنٹ کا خطاب دیا تھا۔

الغرض ادبر شاہراہ قراقرم کے بند ہو جانے اور اس کے دوررس اثرات پر جیل میں اڑتی اڑتی خبریں آ رہی تھیں کہ اسی اثناء میں ایک دن ملاقاتیوں میں سے راولپنڈی سے آئے ہوئے کسی شخص نے مولانا سمیع الحق صاحب کو بتلایا کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کا راولپنڈی میں ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ اور آپ سی ایم ایچ ہسپتال کے وی آئی پی روم ۲ میں زیر علاج ہیں۔ دراصل ہمیں یہ تو معلوم تھا کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ آنکھوں کے علاج کے سلسلہ میں اسی ہسپتال میں داخل ہو رہے ہیں۔

بہت عرصہ سے ان کی آنکھوں کو شوگر کی بیماری نے متاثر کیا تھا، کئی سال پہلے پشاور میں آنکھوں کے ماہر معالج جناب ڈاکٹر محمد نواز صاحب نے ان کی دائیں آنکھ کا اپریشن بھی کیا مگر کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہو سکا۔ اب بائیں آنکھ بھی موتیا اور پردوں کی زد میں تھی۔ پاکستان کے مشہور معالج چشم جناب بریگیڈیر احمد رضا پیرزادہ صاحب بھی ایک مدت سے آپ کی آنکھوں کا معائنہ کرتے رہے ہیں۔ ان کا تعلق حضرت مولانا گنگوہیؒ کے خاندان سے ہے اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کے ساتھ ایک نہایت عقیدتمند مرید کیطرح تعلق رکھتے ہیں اور خود ہی نہایت انہماک سے معائنہ کرتے ہیں، ان کی خواہش الیکشن سے قبل تھی کہ دائیں آنکھ جس کا اپریشن پہلے ہو چکا تھا کا دوبارہ اپریشن کیا جائے اور جس میں معمولی سی روشنی باقی رہنے کی امید پر بریگیڈیر صاحب دوبارہ اپریشن کرنا چاہتے تھے۔

ان دنوں یہ طے ہوا کہ آپ ہسپتال میں اپریشن کروائیں، اتنا ہمیں معلوم ہو گیا کہ آپ ۲۵ اپریل بروز پیر سی ایم ایچ راولپنڈی کے آفیسر وارڈ میں داخل ہو چکے ہیں مگر ایکسیڈنٹ کی بات ہم سے چھپائی گئی تھی، تاکہ جیل میں پریشانی نہ ہو۔ مگر کسی شخص نے اتفاقیہ مولانا سمیع الحق کو بتلا دیا اور یہ بھی کہا کہ گاڑی آپ کے بھائی مولانا انوار الحق چلا رہے تھے اور دوسرے بھائی پروفیسر محمود الحق حقانی بھی ساتھ تھے جنہیں معمولی چوٹیں آئی ہیں۔

ایسی تشویشناک اطلاع سے اور پھر جبکہ جیل کی سلاخوں میں مجبور اور بے بس ہوں مولانا سمیع الحق صاحب کی پریشانی لازمی تھی انہوں نے آکر چپکے سے مجھ سے اس کا ذکر کیا۔ اور پھر انہوں نے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل سے عصر کے بعد سی ایم ایچ راولپنڈی فون کروانے کا کہا ہے۔ اور انہوں نے بخوشی اجازت دے دی ہے۔ یہ وقت عجیب کشمکش میں گذرا، عصر کی نماز کے بعد حسب معمول مولانا سمیع الحق صاحب نے احاطہ اے ٹی سی کی وسیع گراؤنڈ میں درس حدیث دیا۔ درس سے فراغت کے بعد آپ نے حاجی فقیر محمد خان صاحب کو جو درس میں موجود تھے ایکسڈنٹ کی بات بتلا دی وہ بھی فون کرنے کیلئے ساتھ گئے۔

ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب دفتر میں موجود تھے انہوں نے سی ایم ایچ راولپنڈی کا نمبر معلوم کرنے کی کوشش کی اور اس سلسلہ میں ٹیلیفون انکوائری سے بات کرنے کیلئے ریسیور اٹھایا، پھر آپ کچھ دیر کسی سے بات کرتے رہے۔ فارغ ہونے کے بعد حیرت سے حاجی فقیر محمد خان صاحب اور مولانا سمیع الحق سے کہا کہ عجیب قسمت ہے آپ کی، مجھ سے سپرنٹنڈنٹ جیل بات کر رہے تھے کہ سابق جنرل ٹکا خان کا فون آیا ہے کہ آپ لوگوں کو راولپنڈی سی ایم ایچ میں مولانا عبدالحق صاحب کے پاس فوراً پہنچا دیا جائے، اسے مولانا مدظلہ کی کرامت اور اللہ کے فضل کے سوا کیا کہا جائے۔ کہ جہاں جیل سے باہر فون پہ بات کرنا بھی مشکل تھا، وہاں اب ان حضرات کو مولانا صاحب مدظلہ کے پاس بہت جلد پہنچنے کی صورت بھی نکل آئی، یہ حضرات فوراً معاملہ سمجھ گئے۔ کہ شاہراہ قراقرم کے سلسلہ میں مولانا مدظلہ کے پاس جانے کے لئے کہا گیا ہوگا۔

اس کے بعد سپرنٹنڈنٹ جیل اپنے دفتر میں تشریف لائے، شام کا وقت قریب تھا، مولانا سمیع الحق صاحب کا تعلق پشاور سے تھا اور وہاں کے حکام سے اجازت لینا ضروری تھا۔ سپرنٹنڈنٹ جیل نے جنرل ٹکا خان سے بات کی انہوں نے گورنر سرحد سے بات کی اور گورنر سرحد نے کہا کہ میں نے ڈی سی پشاور سے کہا ہے کہ وہ ابھی احکامات جاری کر دے کہ انہیں جلد از جلد جیل سے راولپنڈی لے جانے کیلئے کاغذات تیار ہو سکیں۔ جنرل ٹکا خان صاحب کے حکم پر سپرنٹنڈنٹ جیل براہ راست متعلقہ حکام سے پوچھے بغیر یہ کارروائی نہیں کر سکتے تھے، اور حاجی فقیر محمد خان صاحب بھی مولانا سمیع الحق صاحب کے بغیر اس سفر سے انکار کر رہے تھے، یہ قدرت کا عجیب انتظام تھا کہ ابھی ۵ بجے کی خبروں میں تھا کہ سابق جنرل ٹکا خان صاحب نے سینٹ کا ممبر منتخب ہو جانے کے بعد ملک کے وزیر دفاع کا عہدہ سنبھال لیا ہے۔ جنرل صاحب کے حلف اٹھانے کے بعد سب سے پہلا فوجی معرکہ شاہراہ قراقرم کا تھا جسے آپ کسی طرح حل کرنا چاہتے تھے اور ان کے پہلے ہی مشاغل اور احکامات مولانا سمیع الحق کے ان کے والد بزرگوار مدظلہ سے ملاقات کا ذریعہ بن گئے۔ ورنہ فطری طور پر کیا کیا پریشانیاں اور وسوسے ہوتے کہ مولانا مدظلہ کی صحت کیسی ہے؟ اور ایکسڈنٹ کی کیا

نوعیت ہے ؟ الغرض شام کے بعد ایبٹ آباد سے پولیس گارڈ اپنی جیپ سمیت جیل کے دروازے پر پہنچ گئی۔ ساڑھے نو بجے رات جیل کے حکام نے ان دونوں کو راولپنڈی جانے کیلئے رخصت کیا۔ دونوں حضرات رات کے ساڑھے دس بجے راولپنڈی کے سی ایم ایچ گئے بعض فوجی حکام کمرے کے نیچے ہی منتظر تھے، اور دونوں کو شیخ الحدیث مدظلہ کے کمرہ میں لے گئے، اس سے قبل شاہراہ قراقرم کے ایریا کمانڈر میجر جنرل صفدر بٹ جو کافی دیر سے شیخ الحدیث مدظلہ کے کمرے میں موجود تھے اور ان لوگوں کے پہنچنے کا انتظار کر رہے تھے، نے شیخ الحدیث مدظلہ کو بتلا دیا تھا کہ حضرت اگر آپ برا نہ مانیں تو ہم بتلا دیں کہ آپ کے صاحبزادہ صاحب بھی ہری پور جیل سے آرہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے تو خوشی ہوگی۔

بہرحال ان دونوں کے پہنچنے کے بعد فوجی حکام کمرہ سے باہر چلے گئے۔ اور حضرت شیخ الحدیث نے انہیں بتلایا کہ پرسوں صبح صبح صوبہ سرحد کے گورنر جناب نصیر اللہ خان بابر میرے پاس آئے اور کافی دیر تک بیٹھے رہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں کوہستان سے اطلاعات ملی ہیں کہ شاہراہ قراقرم کو آپ کے کسی فتویٰ یا مشورہ پر عمل کرتے ہوئے بند کیا گیا ہے۔ اور یہ کہ جب تک مولانا عبدالحق صاحب کی کوئی تحریری ہدایت ہمیں نہ ملے، ان رکاوٹوں کو ہرگز ہٹانے کیلئے تیار نہیں۔

مولانا مدظلہ نے ان سے کہا کہ اگر میری کوئی ایسی تحریر آپ کے پاس موجود ہے۔ تو اسے لاکر دکھا دیجئے ویسے میں کیسے کوئی ہدایت جاری کر سکتا ہوں، بہرحال دو ڈھائی گھنٹہ کے بعد شیخ الحدیث مدظلہ نے گورنر صاحب کو مشورہ دیا کہ میں اس سلسلہ میں کسی تعاون سے معذور ہوں۔ مسئلہ قومی اتحاد اور قومی سطح کا ہے آپ اس علاقہ کے جمعیۃ العلماء اسلام کے ایم این اے حاجی فقیر محمد صاحب سے ہری پور جیل جاکر ملیں اور وہ اس سلسلہ میں قائد اتحاد مولانا مفتی محمود صاحب کے مشورہ سے کوئی قدم اٹھائیں، اس کے بعد گورنر صاحب مولانا مدظلہ کے مشورہ پر راولپنڈی سے سیدھے ہری پور جیل آئے اور حاجی صاحب سے ملاقات کی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ گورنر صاحب نے مولانا مدظلہ کو ذاتی تعلقات اپنی عقیدت وغیرہ سب کچھ پیش کیا مگر حضرت نے فرمایا کہ یہ ملک کی ہمہ گیر تحریک ہے اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ہے۔ میں کسی بھی تحریر یا کسی ایسے کاغذ پر دستخط کرنے سے معذور ہوں۔

حضرت مدظلہ نے ان حضرات کو بتلا دیا کہ گورنر صاحب کے جانے کے بعد فوج سے وابستہ حضرات میرے پاس آتے رہے اور مجبور کرتے رہے کہ میں خود آپ حضرات سے بات کروں، اس سلسلہ میں آپ کو لایا گیا ہے۔ اور اب آپ اپنی صوابدید پر ان سے بات کریں اور اجازت مل سکے تو سہالہ جیل میں مفتی صاحب مدظلہ سے جاکر بات کریں۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ الحدیث مدظلہ کے پاس موجود میجر جنرل بار بار شاہراہ

کے صورتحال کے بارہ میں اپنی پریشانیاں ظاہر کرتے رہے ، اور اس سلسلہ میں اس علاقہ سے آئی ہوئی تحریری اطلاعات بھی بتلاتے رہے ، جس میں مولانا مدظلہٗ کے کہنے پر شاہراہ بند کر دینے کا ذکر تھا۔ جنرل صاحب موصوف نے ایک بازہ اطلاع کے حوالہ سے بتلایا کہ کوہستانی لوگوں نے ایک چینی بلڈوزر کو جلا دیا ہے۔ تو جب حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے ان سے کہا کہ الحمدللہ کہ جانی نقصان تو نہیں ہوا ، بلڈوزر اور گاڑیاں تو ہر روز بے حساب سڑکوں پر چل رہی ہیں ، اس کے جواب میں جنرل صاحب نے بھارت چین جنگ کا ذکر کیا اور کہا چین نے بھارت کی سرحد پر اپنی کھوئی ہوئی بھیڑوں کا مطالبہ کیا تھا۔

الغرض گھنٹہ ڈیڑھ یہ دونوں حضرات حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کے ساتھ بیٹھے رہے پھر ان سے رخصت لی۔ باہر منتظر ایک فوجی افسر نے ان سے دریافت کیا کہ کب آپ کا کوہستانی علاقہ میں جانے کا پروگرام ہے ؟ بیٹن سے جانے کیلئے ہیلی کاپٹر تیار کھڑا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے اختیار سے کب ایسا کر سکتے ہیں ؟ پھر وہ افسر دونوں حضرات کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر انجینئرنگ فوجی میس راولپنڈی صدر لے گئے جہاں ان کے ٹھہرانے کا خاطر خواہ انتظام تھا ... وہاں ہر طرح کی خاطر مدارت ہوتی رہی۔ ہری پور کی پولیس گارڈ حراست کرتی رہی۔

۲۸ اپریل صبح ناشتہ کے بعد ۸ بجے ایک فوجی افسر ان کے پاس آیا اور حاجی فقیر محمد خان اور مولانا سمیع الحق کو یہ کہہ کر ساتھ لے گیا کہ آپ ہمارے بالائی افسران سے بات کریں گے۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے بتایا کہ وہ افسر ہمیں گاڑی میں بٹھا کر سابق جنرل ٹکا خان حال وزیر دفاع و سلامتی امور کے مکان پر لے گیا جو غالباً صدر کی ہارسے سٹریٹ میں تھا۔ یا اس کے آس پاس جنرل ٹکا خان اپنے دفتر میں موجود تھے ! اور اس دن وزارت سنبھالنے کے بعد ان کا پہلا دن تھا۔ ان کے پاس میجر جنرل صفدر بٹ بھی موجود تھے۔ یہ لوگ بڑے تپاک سے ملے ، چند لمحے بعد میجر جنرل شفقات سید بھی آگئے ، علیک سلیک کے بعد جنرل ٹکا خان نے شیخ الحدیث مدظلہٗ کے ایکسیڈنٹ اور علالت کا ذکر کیا۔ ان کی مزاج پرسی کی اور خود سارے حالات بتلا کر کہا کہ میں پوری طرح مولانا کی خبر گیری کر رہا ہوں اور انشاءاللہ ان کی صحت اچھی ہو جائے گی۔ پھر متعلقہ موضوع شاہراہ قراقرم پر بات شروع کی اور کہا کہ آپ لوگ بیشک اپنی تحریک چلائیں اور جو بھی کریں مگر ہم سڑکوں کی بندش کی اجازت نہیں دے سکتے ، باتوں باتوں میں گویا جتلانے کے انداز میں کہا کہ ہم لوگوں نے کوہستان کے لوگوں کیلئے سڑکیں بنائیں ، ان میں لنگر تقسیم کئے ، اور اب وہ لوگ یہ صلہ دے رہے ہیں۔ حاجی فقیر محمد خان صاحب نے جو ایک غیور مرد کوہستانی ہیں نے فوراً کہا کہ آپ لوگوں نے لنگر تقسیم کئے یا کروڑوں روپیہ ان لوگوں کے نام پر ہضم کیا ــــ ٹکا خان صاحب جھنجلا اٹھے اور خشمگین انداز

میں کہا کہ کس نے ہضم کیا۔؟ جواب میں کہا گیا کہ عربوں سے زلزلہ زدگان کے نام پر کروڑوں روپیہ آیا اور ان لوگوں میں ایک ایک سیر گڑ اور چند روٹیاں بانٹی گئیں، باقی حکومت نے اور بھٹو نے ہضم کیا۔؟ جنرل صاحب نے اس موقعہ پر بھی بھٹو صاحب کی صفائی کرنا ضروری سمجھا اور کہا کہ بھٹو نے نہیں نیچے کے لوگوں نے کیا ہوگا، ابتدا ہی سے گفتگو کے انداز میں تلخی اور ان حضرات کیطرف سے جارحانہ اور جرأتمندانہ جوابات دیکھ کر کچھ دیر تک جنرل صاحب کے تیور چڑھے رہے، مگر بہت جلد انہوں نے اپنا انداز بدل دیا اور نرمی سے بات شروع کی اور کہا کہ ہم لوگوں کا کام تو سڑکیں بنانا ہے۔ آپ لوگوں کی حکومت آئے تب بھی ان ضرورتوں کو پورا کریں گے۔ مگر اس وقت تو نازک معاملہ ہے۔

ان تینوں افسروں نے گفتگو میں بتلایا کہ وہاں کی صورتحال نازک ہے۔ سات ہزار پاکستانی فوجی اور سات ہزار چینی کاریگر اس وقت گھرے ہوئے ہیں۔ ان کے رسد کا مسئلہ ہے جو بہت کم رہ گیا ہے۔ اس سے بڑھ کر ان حضرات نے اس بات پر زور دیا کہ خود آپ کے عوام جو بالائی علاقوں مثلاً گلگت وغیرہ میں رہتے ہیں اور جو کئی لاکھ ہیں سامانِ رسد منقطع ہو جانے کی وجہ سے مشکلات میں ہیں۔ اس وقت کئی سو ٹرک مال سے لدے ہوئے رکے ہوئے ہیں۔ شاہراہ ۵، ۶ جگہ سے کاٹ دی گئی ہے۔ اپنے آدمیوں کو تو ہم ہیلی کاپٹر کے ذریعہ رسد خوراک پہنچا دیں گے، لیکن تمہارے عوام کا کیا ہوگا؟ ہوائی جہاز سے سامان پہنچانا بہت مہنگا ہے۔ ایک ٹرک کے سامان کے لئے ایک جہاز درکار ہے۔ ان لوگوں کی تکالیف بڑھ رہی ہیں۔ جواب میں کہا گیا کہ جب ان لوگوں نے ایسا کیا ہے۔ تو وہ قربانیاں دینے کے لئے تیار ہوں گے اور تکالیف کو خندہ پیشانی سے سہیں گے۔ پورے ملک کے لوگ قربانیاں دے رہے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہمارے علم میں تو قومی اتحاد کی مرکزی قیادت نے سڑکوں کو بلاک کرنے کی اپیل نہیں کی مگر اب جبکہ ایک علاقہ کے عوام ایسا کر چکے ہیں تو ہم اس سلسلہ میں تعاون سے معذور ہیں۔ مگر جنرل ٹکا خان صاحب نے کہا کہ ہمیں ثقہ اطلاعات ملی ہیں۔ کہ اس علاقہ میں جمعیۃ العلماء اسلام کا اثر زیادہ ہے۔ عوام علماء کے زیرِ اثر ہیں۔ اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ مولانا عبدالحق صاحب نے ایسا کوئی فتویٰ دیا ہے۔ اور اس علاقہ میں مولانا صاحب کے موجود شاگردوں کی بڑی تعداد نے ایسے فتویٰ پر عملدرآمد کرایا۔ انہوں نے بار بار یہ بھی کہا کہ مولانا صاحب کا ایکسڈنٹ نہ ہوا ہوتا تو ہم انہیں مجبور بھی کر لیتے، اب کیا کیا جائے، اب آپ لوگ وہاں جا کر انہیں کہہ دیں کہ مولانا نے بھیجا ہے۔

ٹکا صاحب نے کہا کہ میں نے گورنر سرحد کو بھی ذاتی دوست کی حیثیت سے مولانا عبدالحق صاحب کے پاس بھیجا تھا نہ کہ سرکاری اور گورنر کی حیثیت سے۔ بلکہ اس لئے کہ گورنر صاحب مولانا کے حلقۂ انتخاب کے

باشندے ہیں، اور مولانا سے اچھا تعلق رکھتے ہیں۔ مگر جواب میں انہوں نے کہا کہ ہمیں تو اس مقصد کے لئے جیل سے بلایا ہی نہیں گیا، بلکہ یہ کہا گیا کہ آپ لوگ مولانا سے ہسپتال میں مل لیں۔ ریٹائرڈ جنرل ٹکا خان صاحب نے کہا کہ نہیں سرحد کے گورنر نے جیل سے روانگی کے وقت تبلا دیا تھا۔ پھر ریٹائرڈ جنرل نے گورنر سرحد سے پشاور فون ملایا اور انہیں کہا کہ آپ خود بات کریں۔ گورنر صاحب نے فون پر حاجی فقیر محمد صاحب سے کافی دیر تک بات کی اور سے دے ہوتی رہی انہوں نے پشتون وال اور اسلام کے واسطے پیش کئے، حاجی صاحب نے جواب میں کہا کہ اسلام کی بات مفتی محمود صاحب اور مولانا عبدالحق صاحب ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ اگر آپ اس سلسلہ میں ہمیں مجبور کرتے ہیں۔ تو ہمیں سہالہ کیمپ جیل میں مفتی محمود صاحب سے ملائیں، ہم ان کے سامنے ساری صورتحال رکھ دیں گے۔ وہ قومی اتحاد کے سربراہ ہیں۔ اور ہم موجودہ حکومت کے نہیں بلکہ ان کے پابند ہیں وہ اگر ہمیں اجازت دیں تو ہم آپ سے تعاون کر سکیں گے۔

فون پر گفتگو ہوئی تو جنرل ٹکا صاحب نے گورنر سے بات کی اور کہا کہ یہ لوگ بار بار یہی کہتے ہیں کہ مفتی صاحب سے مل کر کوئی جواب دے سکتے ہیں۔ مگر مفتی صاحب سے ملاقات کی اجازت تو ہمارے بس نہیں اس کے لئے تو اوپر سے اجازت لینا ہوگی۔

باتوں باتوں میں ریٹائرڈ جنرل صاحب نے اپنے ماضی کی روایات کا اندازہ لئے ہوئے دھمکی آمیز انداز میں یہ بھی کہا کہ ہم چوبیس ۲۴ گھنٹوں میں سڑک کھول سکتے ہیں، ڈیرہ میں ہم نے فساد رفع کیا یہ کیا وہ کیا۔ مگر جواب میں ان سے کہا گیا کہ آپ تو قوت اور طاقت والے ہیں، ایک گھنٹہ میں بھی کھول لیں مگر ہم کیا کر سکتے ہیں ۔۔؟ دبی زبان میں بنگلہ دیش اور اس کے انجام و نتائج کیطرف بھی اشارے ہوئے۔ گفتگو کے دوران فوج کے ان سرکردہ حضرات سے ایک بار یہ بھی کہا گیا کہ آپ لوگ ہمیں کیوں مجبور کرتے ہیں۔ اسی علاقہ کے مولوی عبدالحکیم اور مولوی عبدالباقی جو پی پی پی سے وابستہ ہیں کو کیوں نہیں بھیجتے، وہاں سے پی پی پی کے دو صوبائی امیدوار بھی منتخب قرار دئے گئے ہیں۔ ان سے کیوں نہیں کھلواتے۔؟ اس کے جواب میں بے اختیار ٹکا خان صاحب کے منہ سے نکلا کہ جی ہاں مگر وہ تو بوگس ممبر ہیں عوام نے تو آپ لوگوں کو منتخب کیا ہے۔ اور وہ تو جے یو آئی کے لوگوں کی مانتے ہیں۔؟ اس پر دونوں طرف سے ایک زوردار قہقہہ بلند ہوا۔ ایک دفعہ حاجی فقیر محمد خان نے الزامی طور پر کہا کہ ہماری حیثیت کیا ہے، عوام نے مجھے منتخب کیا، میں ایم این اے ہوں مگر سی کلاس میں پڑا ہوا ہوں اور یہ معمولی چپل پہنے ہوئے جیل سے لایا گیا ہوں۔ مولانا سمیع الحق صاحب نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ ٹکا خان صاحب! شاید آپ لوگوں سے صورتحال کی نزاکت اور اہمیت مخفی رکھی گئی ہے۔ اس وقت پورے ملک کے ہر طبقے کا خلاصہ علماء و مشائخ، وکلاء، طلباء، مزدور لیڈر سیاستدان، غرض پڑھے لکھے

طبقے کا نچوڑ جیلوں میں پابندِ سلاسل ہے اور سی کلاسوں میں سٹر رہا ہے۔ خیبر سے کراچی تک یہی عالم ہے۔؟ جنرل صاحب نے کہا کہ اتنی بڑی تعداد کیلئے جیلوں میں بہتر کلاس فراہم کرنا مشکل ہے۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ آپ میری بات کو تکلیف کی شکایت سمجھ بیٹھے۔ ہم ان تکالیف پریشانی نہیں نہ سی کلاس کی شکایت ہے، بلکہ لوگ بڑی سے بڑی قربانیاں بھی دیں گے، البتہ آپ کو اس تحریک کی وسعت اور ہمہ گیری اور نازک ترین صورتحال کی طرف متوجہ کرانا مقصود تھا ـــــ

الغرض کافی دیر تک بات چیت ہوتی رہی، چائے سے بھی تواضع ہوئی، مگر ادھر سے ایک ہی جواب تھا کہ ہمیں سہالہ جیل میں قومی اتحاد کے سربراہ سے ملا دیا جائے، تب کوئی جواب دیا جاسکتا ہے۔

جنرل ٹکا خان صاحب نے کہا کہ اچھا آپ لوگ راولپنڈی ہی ٹھہریں، آپ ہمارے مہمان ہوں گے۔ کوئی تکلیف نہیں ہوگی میں اوپر سے (بھٹو صاحب ہی مراد ہوسکتے تھے) پوچھ کر بتلاؤں گا۔ اگر ضرورت سمجھی گئی تو آپ کو سہالہ بھیج دیا جائے گا۔ اس کے بعد یہ حضرات رخصت لینے لگے۔ مولانا سمیع الحق نے جنرل صاحب سے کہا کہ بہرحال ہم اس بات پر تو مشکور ہیں کہ آپ کی وجہ سے جیل سے نکل کر مجھے اپنے والد صاحب سے ملنے کا موقعہ تو ملا۔ اس کے بعد آپ نے جنرل صاحب سے کہا کہ جب تک ہم راولپنڈی میں ہیں ہسپتال میں مولانا کے پاس آنے جانے اور ساتھ رہنے کی اجازت ہو جو انہوں نے بخوشی دیدی۔ جنرل ٹکا خان صاحب سے مصافحہ ہوا اور چلتے چلتے یہ بھی کہا گیا کہ جنرل صاحب نہایت ہی نازک موقعہ پر آپ نے اپنے اوپر بڑی نازک ذمہ داریاں ڈال لی ہیں۔

مولانا سمیع الحق نے یہ بھی کہا کہ جنرل ٹکا صاحب کی ایک خاص شہرت رہی تھی۔ کچھ عرصہ ان کی عظمتوں کا چرچا سنتے رہے مگر پچھلے چند دنوں سے ان کی زندگی کے تازہ پہلوؤں سے وہ سارے نقوش اب مٹ چکے تھے اور اس ملاقات کے دوران جنرل صاحب کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے ہم میں استغنا اور شانِ بے نیازی اور قلندرانہ انداز کی عجیب کیفیت تھی، جیسے کوئی غیر مرئی ایٹمی لہریں جسم میں دوڑ رہی ہوں۔ واقعی مخاطب کی عظمت اور عدم عظمت کا تعلق اس کے کردار سے ہے، خارجی شان وشوکت اور قوت وسطوت پر نہیں۔

اس کے بعد آپ لوگ ان کے دفتر سے باہر آئے، میجر جنرل صفدر بٹ اور میجر جنرل شفقات سیّد (جن کا انداز نہایت شریفانہ تھا اور وہ لوگ شاہراہ کی بندش اور موجودہ نازک حالات سے بے چینی محسوس کر رہے تھے۔) نے باہر تک آکر انہیں گاڑی میں بٹھا کر رخصت کیا۔ اور انجینئرنگ فوجی میس میں سے آتے، اس دوران انہوں نے دوبارہ ہسپتال جا کر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی مزاج پرسی کی اور انہیں تفصیلات بھی بتلادیں۔

شام کو جس وقت ریڈیو سے بھٹو صاحب کی قومی اسمبلی میں وہ تقریر نشر ہو رہی تھی جس میں امریکی ڈالر دل

کے فرضی سیلاب کا ذکر تھا کہ ایک فوجی افسر نے آکر مہمان خانہ میں ان دونوں کو اطلاع دی کہ آپ فارغ ہیں اور ہری پور جیل واپس جا سکتے ہیں۔ یعنی جنرل ٹکا صاحب کو یا تو انہیں سہالہ بھیجنے کی اجازت نہیں ملی ہوگی یا انہوں نے خود ضرورت نہیں سمجھی ہوگی۔ پہلے سے اندازہ یہی تھا کہ حضرت مفتی صاحب سے ملنے کا اور ان سے مشورہ لینے کا معاملہ تو انہیں مفید مطلب نظر ہی نہیں آئے گا۔

اس کے بعد پولیس کی گاڑی ان دونوں کو لیکر ہری پور آئی، رات ۹ ساڑھے نو بجے ہم لوگ بڑی بے چینی سے ان حضرات کے منتظر تھے کہ یہ لوگ جیل پہنچ گئے۔ جیل سے انہیں لے جانے کے بعد جیل میں دونوں حضرات کے بارہ میں بڑی بے چینی پھیل گئی تھی، اور تمام دن اتحاد کے اسیر رہنما جیل کے سپرنٹنڈنٹ سمیت ساری انتظامیہ کو پریشان کرتے رہے کہ ہمیں دونوں کے بارہ میں صحیح صورتحال بتلا دی جائے، لوگوں کو خطرہ تھا کہ کہیں فوجی حکام انہیں جبری طور پر کوہستانی علاقہ نہ لے گئے ہوں۔ دن گذرنے کے ساتھ ساتھ پریشانی بڑھتی رہی یہاں تک کہ جیل کی انتظامیہ سے کہا گیا کہ اگر کل تک یہ حضرات نہ آئے تو ہم جیل کے تالوں اور سلاخدار جنگلوں کا وہی حشر کریں گے جو حضرت مفتی صاحب کو ہری پور سے سہالہ جیل منتقل کرنے کے وقت قیدیوں کے بپھرے ہوئے ہجوم نے کیا تھا۔ مگر جب مولانا سمیع الحق اور حاجی صاحب پہنچ گئے تو خوشی کی لہر دوڑ گئی اور رات گئے تک حال احوال معلوم کرنے کیلئے تانتا بندھا رہا۔ تقریباً دو ہزار افراد کو الگ الگ مطمئن کرنا اور تفصیلات بتلانا مشکل تھا۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ کل عصر کے بعد عام جلسہ میں ساری روئیداد سنا دی جائے گی جسے دوسری عصر کے بعد جناب حاجی صاحب نے عام جلسہ میں بیان کیا۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو ابتلاء اور آزمائش کے مراحل سے بھی سرخرو کر کے نکالا، اور فوج سے وابستہ ایک اہم شخصیت " وزیر دفاع " سے آمنے سامنے ان کو کھل کر ایسی بہت سی باتیں کہنے کا موقع ملا جو ان دنوں لوگوں کے دلوں کی دھڑکن میں شامل ہوگئی تھیں (اور جسے تفصیلاً یہاں بیان نہیں کیا جا سکتا) اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی عیادت اور خود ملاقات کرنے سے تشویش بھی رفع ہوتی، ان کے ایکسیڈنٹ کا معاملہ یہ تھا کہ حضرت جب علاج کے لئے راولپنڈی تشریف لا رہے تھے تو گاڑی (سرخ ہلمین گاڑی بہت پرانے ماڈل ۶۲ ۱۹ء کی جو ۱۹۷۰ء کے الیکشن سے قبل سے حضرت مدظلہٗ کے استعمال میں ہے۔) جسے ان کے صاحبزادے مولانا انوار الحق چلا رہے تھے، ایک جی ٹی ایس سے بچاتے ہوئے ان سے بے قابو ہوگئی اور تین چار دفعہ الٹ پلٹ گئی مگر اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے حضرت شیخ الحدیث بالکل بچ گئے۔ ایک ہاتھ پر معمولی سی خراش کے علاوہ کوئی تکلیف نہ ہوئی جبکہ شیشہ بہت دور جا گرا اور چھت پچک گئی۔ اور پیچھے بیٹھے ہوئے ان کے صاحبزادے پروفیسر محمود الحق حقانی بھی قدرے گاڑی کے دباؤ سے زخمی ہوئے، اب تک حضرت

شیخ الحدیث ہسپتال میں زیر علاج ہیں، اصل علاج آنکھوں کا ہو رہا ہے۔ پیرزادہ صاحب نے آنکھ کا اپریشن کیا ہے۔ مگر خاطر خواہ افاقہ نہیں ہوا۔ جناب کرنل ذوالفقار صاحب ماہر امراض قلب بھی بڑی محبت سے مرض قلب کا علاج کر رہے ہیں۔ سنا ہے کہ حسن اتفاق سے مولانا مفتی محمود صاحب کو بھی سہالہ کیمپ جیل سے برائے علاج اسی وارڈ میں لایا گیا۔ اور مولانا عبدالحق مدظلہ کے کمرے کے بالکل نیچے ان کا کمرہ تھا۔ اس طرح مولانا کے آس پاس موجود تیمارداروں اور ملاقاتیوں کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب سے بھی جو کڑی حراست میں ہیں کوئی نہ کوئی سلسلہ جنبانی ہو جاتی۔ سنا ہے کہ حضرت مفتی صاحب کڑی حراست کے باوجود اپنے اختیارات سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی تیمارداری کے لئے ایک دو مرتبہ اوپر کمرہ میں تشریف لے گئے اور کافی دیر تک ان کے ساتھ بات چیت بھی کرتے رہے۔

(ہری پور جیل ۱۸ مئی ۱۹۷۷ء)

موتمر المصنفین کی ایک اور پیشکش

قومی اسمبلی میں

اسلام کا معرکہ

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی سرگرمیاں

؎ صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم ۔ کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب (اقبالؒ)

قومی اسمبلی میں جمہوری قومی وملی مسائل پر قراردادیں مباحثات۔ پارلیمنٹ میں موجودہ سیاسی پارٹیوں کا موقف، حزب اختلاف اور حزب اقتدار کا اسلامی وملی مسائل کے بارہ میں رویہ، شیخ الحدیث کی نمائندگی، اور ان کی قراردادوں پر ارکان اسمبلی کا ردعمل — آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدوجہد پر کیا گذری، تحاریک التوا، سوالات اور جوابات، مسودہ دستور میں ترمیمات اور تشریحی تقریریں۔

- ★ سیاستدانوں کے منشور اور انتخابی وعدے کردار کی کسوٹی پر۔
- ★ ایک اہم سیاسی دستاویز۔
- ★ ایک آئینہ اور ایک اعمالنامہ
- ★ ایک ایسی رپورٹ جو اسمبلی کے شائع کردہ سرکاری رپورٹ کے حوالوں سے بھی مستند ہے۔
- ★ پاکستان کے مرحلہ آئین سازی کی ایک تاریخی داستان اور ایک ایسی کتاب جس سے وکلاء، سیاستدان بھی اور اسلامی سیاست میں منہمک افراد وجماعتیں بھی بے نیاز نہیں ہو سکتیں۔
- ★ ایک ایسی کتاب جو جہاد حق اور غلبہ اسلام کے علمبردار علماء کیلئے حجت وبرہان بھی ہے۔ اور مستقبل میں اسلامی جدوجہد میں رہنما بھی — کتاب شائع ہو چکی ہے اور ترسیل جاری ہے۔

عمدہ کتابت وطباعت حسین سرورق، قیمت پندرہ روپے۔ صفحات ۴۰۰

موتمر المصنفین اکوڑہ خٹک (پشاور)

موتمر المصنفین کی پہلی پیشکش

دعوات حق (جلد اول)

از شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی

خطبات مواعظ اور ارشادات عظیم الشان مجموعہ علم وحکمت کا گنجینہ جسے ہر مکتبہ فکر کی پریس، سربراہ اور اہل علم حلقوں اور تعلیمیافتہ طبقہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ دین، شریعت، اخلاق، معاشرت، علم وعمل، عروج وزوال، نبوت ورسالت، شریعت وطریقت کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے عالمانہ فہم اور درد وسوز میں ڈوبے ہوئے انداز میں گفتگو نہ کی ہو۔ دلوں میں اترنے والی، ایمانی و اسلامی انقلاب پیدا کرنے والی ایمان آفریں کتاب، عمدہ کتابت، بہترین جلد، صفحات ۴۰۰، قیمت ۳۰/-

★ موتمر المصنفین، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، پشاور

موتمر المصنفین کی دوسری پیشکش

اسلام اور عصر حاضر

از قلم: مولانا سمیع الحق مدیر الحق

عصر حاضر کی تمدنی، معاشرتی، معاشی، سائنسی، اخلاقی، آئینی اور تعلیمی مسائل میں اسلام کا موقف، موجودہ دور کے علمی و دینی فتنوں اور فرق باطلہ کا بھرپور تعاقب، مستشرقین کے پیدا کردہ شکوک وشبہات کا جواب، ایڈیٹر الحق کے بے باک قلم سے، مغربی تہذیب وتمدن اور علم وعلماء پر اس کے اثرات کا تحلیل وتجزیہ، الغرض بیسیوں مسائل کے کارزار حق وباطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک۔ یہ کتاب آپ کو ایمانی حمیت اور اسلامی غیرت سے سرشار کرے گی اور سینکڑوں مسائل پر اسلامی نقطہ نظر سے آپ کی رہنمائی کرے گی۔ صفحات ۴۳۰، سنہرا ٹائٹل، سینکڑوں موضوعات، بہترین کتابت وطباعت، سنہری ڈائی دار جلد، قیمت ۲۸/-

موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور (پاکستان)

ارشادات حضرۃ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

نماز اسلام کا امتیازی فریضہ

خطبۂ جمعۃ المبارک ۶ اگست ۱۹۶۹ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ

(خطبہ مسنونہ کے بعد) یابنی اقم الصلوٰۃ۔ (الآیۃ)

محترم بزرگو! ہم اور آپ اس بات پر مکلف ہیں کہ نماز پڑھیں جو ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے، نماز کا وقت آیا اور مسلمان مرد و عورت نے بلا عذر نماز چھوڑ دی، تو بقول حضور علیہ السلام کا فر اور مسلمان کے درمیان جو فرق تھا وہ ختم ہوگیا مسلمان کا معنیٰ فرمانبردار اور خدا کا شکر گذار ہے، اور کافر وہ جو محنت کی قدر نہ کرے۔ اب جس نے بلا عذر نماز کے وقت نماز نہ پڑھی، تو اس نے گویا اسلام کا امتیازی نشانہ اور علاقہ ختم کر دیا۔

بسا اوقات ایک گناہ جس کی لوگوں کو عادت پڑ چکی ہو، وہ گناہ بوجۂ عادت انہیں ہلکی اور حقیر نظر آتی ہے۔ خدا کے فضل سے ان دیہات میں شراب پینا عظیم گناہ معلوم ہوتا، الحمدللہ شرابی ہر شخص کی نظر میں حقیر ہوتا ہے کیونکہ شراب نوشی دیہات میں کم ہے، مگر اس کے مقابلہ میں بڑا جرم ترک صلوٰۃ ہے۔ مگر یہ عادت بن چکی ہے، تو اس کے جرم ہونے کا احساس نہیں ہوتا سال اور مہینے گذر جاتے ہیں ہر محلہ میں تین چار آدمیوں کے علاوہ اور لوگ مساجد میں نہیں آتے اور ایسے چند آدمیوں کی برکت ہے کہ عذاب خداوندی رک جاتا ہے، جنہوں نے خانۂ خدا کو آباد رکھا ہے۔ ورنہ ۹۵ بز کا خیال ہی نہیں ہوتا کہ ہم مسلمان ہیں یا گورے یا سکھ۔

مسلمان اور پلیدی جمع نہیں ہو سکی تو پھر کیا پلیدی ترک صلوٰۃ کے لئے عذر بن سکتی ہے۔؟ اسلام نے نماز کے علاوہ بھی جسم کو نجس رکھنے کی ممانعت کر دی۔ حضور اقدسؐ دو قبروں کے پاس سے گذرے تو فرمایا: انھما لیعذبان وما یعذبان فی کبیر۔ دونوں عذاب میں مبتلا ہیں اور ایسی بات کی وجہ سے جسے یہ معمولی بات سمجھتے تھے۔ ایک تو چغلخور تھا جو شخص شر و فساد کے لئے ایک بات دوسری جگہ پہنچائے وہ چغلخور ہے، مجلس میں جو باتیں ہوں حضورؐ نے فرمایا کہ اس جگہ کی بات دوسری جگہ نہ پہنچاؤ، عورتوں میں تو یہ بڑی بیماری ہے کہ ایک بات سنی دوسری جگہ جب تک نہ پہنچائیں انہیں صبر نہیں آتا۔ ایک حدیث میں ہے: لاید خل الجنتہ نمامٌ

او قطاطہ ۔ چغلخور اور مخبری کرنے والا شخص جنت میں نہیں داخل ہوگا۔ ایک صحابیؓ بیٹھے تھے، کسی نے بات کی کہ یہ سی آئی ڈی ہے، مخبر ہے۔ فرمایا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ مخبر اور چغلخور جنت میں نہیں جائے گا۔ بازار میں بات سنی جلدی سے گاؤں کے دوسرے سرے پہنچا دی۔ جو زبان کا کچا ہے کہ منہ سے غلط بات نکالے اور ہاتھ پاؤں کا کچا ہے، غلط کام کرتا رہے وہ مسلمانی میں بھی کچا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ:

کفیٰ بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع ۔ انسان کے جھوٹے ہونے کے لئے یہی بس ہے کہ جو کچھ سن لے اُسے بلاتحقیق اوروں کو سناتا پھرے۔

حضورؐ نے فرمایا مسلمان فحاش اور بخیل نہیں ہو سکتا۔ تو چغلخوری بھی زبان کا کچا پن ہے۔ خواہ کوئی بات مجلس میں سن کر پھیلائے یا کان لگا کر سن لے اور پھر پہنچائے دونوں کا وبال اور عذاب ہے، جو بات بھی انسان زبان سے نکالے پہلے سوچے کہ سچ ہے یا جھوٹ، تم نے خود دیکھا ہے۔؟ یا دو عادل ثقہ افراد سے سنی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے اور بازار کی گپ شپ سن لی ہے تو کیوں شر و فساد اور باہمی افتراق کا سبب بنتے ہو۔ چغلخور دونوں طرف کا دشمن ہو جاتا ہے۔ اس کا منہ طرفین میں کالا ہوتا ہے۔

عورتیں اس مرض میں مردوں سے بھی زیادہ مبتلا ہوتی ہیں، اور یہ سب اس لئے کہ ہم نے آخرت کو بالکل بھلا دیا ہے۔ جن کے سامنے آخرت ہو وہ اپنی بربادی اور تباہی کی کوشش نہ کرے گا۔ کون ظالم ہوگا جو اپنے آپ کو آگ میں ڈالے گا۔

ہم جب تک سفر میں ہوتے ہیں ذہن اور ساری توجہ گاؤں اور گھر کیطرف ہوتی ہے۔ ذہن پر منزل و مقصد کا خیال مسلط ہوتا ہے۔ اگر ہم دنیا کی زندگی کو اپنا منزل و مقصد نہ فرض کر لیں، بلکہ منزلِ حقیقی آخرت کو سمجھیں تو پھر کیوں اس کا فکر نہ کریں گے۔ حضورِ اقدسؐ ایک دفعہ نیند سے اٹھے بدن مبارک پر چٹائی کے نشانات بنے ہوئے تھے، حضرت عمرؓ نے بستر بچھانے کی اجازت چاہی کہ آپ اس پر آرام فرمادیں۔ فرمایا: مالی وللدنیا۔ مجھے دنیا کی آسودگی اور آرام سے کیا۔؟ ما انا الا کراکب استظل تحت شجرۃ ۔ میں تو اس مسافر کی مانند ہوں جو تھوڑی دیر ستانے کیلئے کسی سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ کر پھر آگے چلتا ہے۔

تو مسلمان کا شیوہ تو یہ ہے کہ چغلخوری نہ کرے بلکہ کوئی اور شخص بھی کسی مسلمان کی آبرو ریزی کے درپے ہو تو یہ اُسے روکنے اور بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ فرمایا: من نفس عن مؤمن کربۃً من کرب الدنیا نفس اللہ عنہ کربۃ من کرب یوم القیامہ۔ (الحدیث) جس نے کسی مسلمان سے کوئی دنیوی تکلیف دور کر دی اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی تکلیف دور کر دے گا۔

اگر تم نے اس شخص کے الزامات کا جواب دیا کسی مسلمان بھائی کی صفائی کی تو گویا تم نے اسکی عزت و آبرو

واپس کردی تو خدا قیامت کے روز تمہاری آبرو جو گناہوں کی وجہ سے ذلیل ہوگئی ہے۔ واپس کردے گا۔ جیسا کروگے ویسا بھروگے۔ فرمایا: واللّٰہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ ۔ اللہ اپنے بندہ کی خیر خواہی کرے گا جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کے درپے رہے گا۔ حضورؐ نے فرمایا: ومن ردّ من عرض اخیہ ردّ اللّٰہ عن وجھہ النار یوم القیامۃ ۔ اگر کسی نے اپنے بھائی کی آبرو بچائی مسلمان کی لٹی ہوئی عزت اپنی جدوجہد سے واپس کردی اللہ تعالیٰ اس کے چہرے سے قیامۃ کے دن جہنم کی آگ واپس کردے گا۔ دیہاتی لوگ حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوئے نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ فرمایا: یا معشر من اسلم بلسانہم لا تؤذوا المسلمون ۔ اے نئے مسلمان ہونے والے لوگو مسلمان کو اذیت مت پہنچاؤ کسی مسلمان کو تکلیف مت دو۔ اے زبان کے مسلمانو! ایک دوسرے کو عار مت دلاؤ، ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو، اور فرمایا کہ یاد رکھو اگر تم کسی کی بڑائی کرکے اسے لوگوں میں ذلیل کرنا چاہو، اسکی عیب جوئی کرنا چاہو۔ اس عیب جوئی کرنے والے کے سات زمینوں کے نیچے کئے گئے خفیہ گناہ بھی اللہ تعالیٰ ظاہر فرما دے گا۔ خفیہ سے خفیہ گناہ بھی ظاہر ہو جائیں گے۔ اور جس کو خدا شرمائے اسے کون بچا سکتا ہے۔

اس لئے فرمایا کہ کثرت کلام ٹھیک نہیں، ورنہ بلا سوچے بولنے سے ہلاکت واقع ہوگی۔ اگر کسی بات میں دوسرے مسلمان بھائی کا نفع ہے تو کرلو ورنہ چپ رہو۔

طہارت ظاہری اور جسمانی صفائی دوسرا مسلمان جو قبر کے عذاب میں مبتلا تھا، فرمایا اس وجہ سے عذاب قبر میں مبتلا ہے کہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچتا نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ حضورؐ کا ہر امتی ہر وقت پاک و صاف رہے۔ فرمایا جس گھر میں جنب ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے، نماز کا وقت آیا اور مرد یا عورت جنابت میں ہے وہاں رحمت نہیں آتی اور یہ بھی لکھا ہے کہ جنابت سے جو غسل نہ کرے وہ برص کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو بدنی بیماری بھی ہے اور روحانی بھی۔ شریعت اسلامیہ ہمیں ہر وقت پاک و صاف دیکھنا چاہتی ہے۔ الغرض کپڑوں کی یا جسم کی نجاست ترک صلوٰۃ کا عذر نہیں بن سکتی۔ حدیث پاک میں ہے کہ سات سال کے بچے کو نماز کا حکم دیا کرو۔ قرآن میں ہے: وأمر اهلك بالصلوٰة واصطبر عليها ۔ خود بھی نماز پر جم جاؤ اور اپنے اہل و عیال کو بھی حکم دیا کرو اگر کوئی کہے کہ کھائیں گے کیا۔؟ فرمایا: لا نسئلك رزقا نحن نرزقك ۔ ہم تم سے رزق نہیں مانگتے، بلکہ ہم تمہیں رزق دیتے ہیں۔

آسمان سے بارش خدا برساتا ہے، زمین سے فصل وہی اگاتا ہے۔ نہریں دریا اسی نے چلائے۔ آیت میں نماز کے حکم کے بعد رزق کی کفالت کا اعلان اس بات کیطرف لطیف اشارہ ہے کہ گھر کے سب افراد جب باقاعدگی سے نماز پڑھیں گے اور بڑے چھوٹے تمام کے تمام تو وہاں تنگیٔ رزق نہیں آئے گی، بچہ ذرا بڑھا ہو جائے

اور نماز نہ پڑھے تو اسے مارا کرو ، اور بالغ ہو کر بھی نماز نہ پڑھنے پہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ جیل میں ڈال دو۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ قتل بھی کر دو تو جائز ہے۔ الغرض جیسا کہ ہم پہ نماز فرض ہے اسی طرح اہل وعیال کو نرمی سختی سے غصہ سے ہر طریقہ سے کہنا بھی فرض ہے تو بچوں سے زبردستی پڑھانا یہ بھی ایک مقصد فرض کرنا ہوگا آگے معاشی امور میں بھی خدا مدد کرے گا۔

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ جو اللہ سے ڈرنے لگتا ہے اللہ اسے مشکلات سے نکلنے کی راہیں نکال دیتا ہے اور اسے غیبی خزانوں سے روزی دینے لگتا ہے۔

اور یہ تجربہ ہے اب بھی دینداروں کو دیکھو سب سے اچھا کھاتے ہیں مگر جو دیندار نہیں تو مصائب میں مبتلا ہیں، سب ممالک کی طرح پاکستان بھی فقر وغربت کی مصیبت میں مبتلا ہے۔ موجودہ قومی اسمبلی ۱۹۷۷ء میں ۲۲ کروڑ روپے خاندانی منصوبہ بندی کیلئے مقرر کئے کہ آبادی کے بڑھنے اور اولاد ہونے پہ پابندی لگائی جائے ، ایک بزرگ نے اچھا نسخہ ــــ پیش کیا کہ چھری لیکر مرد اپنے آپ کو خصی کرلیں۔ ایک ممبر نے پوچھا کہ کتنے بچے اس سکیم سے بند ہو جائیں گے اس نے گویا طنز کی کہ اس کا تو کوئی نتیجہ نکلے گا نہیں سوائے زنا اور فحاشی کے عام ہونے کے ، گویا دماغ مسخ ہو گئے ہیں۔

ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین۔ بیشک اللہ ہی رزق دینے والا اور قوت وطاقت والا ہے۔

اگر فرض کر لیا جائے کہ گولیاں کھانے سے آئندہ نسلیں پیدا نہ ہوں تو اس گاؤں کے تو کھنڈرات بن جائیں گے۔ لیکن اگر انسان بہت کم پیدا ہوں۔ پھر خدا بھی آسمان اور زمین پہ پابندی لگائے ، آسمان نہ برسے ، زمین نہ اگائے ، تو موجودہ نسلوں کا کیا ہوگا پھر تو چھرے کی ضرورت ہوگی کہ انہیں ذبح کر ڈالیں ، قرآن کی تبلیغ کیلئے تو ۲۲ روپے بھی نہیں مگر اس کیلئے ۲۲ کروڑ روپے مخصوص کئے جائیں۔ عیسائیوں نے یہاں پانچ سو مشن کھولے اور قوم پوچھتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ ہم کیا کریں یہ تو آزادی رائے کا زمانہ ہے۔ تو جب اسلام کی بات آجائے تو آزادی رائے یاد آجاتی ہے ، اور برائی ہو تو پھر کوئی کلمہ حق کہنے کی اجازت نہیں۔

بھائیو! ہم سیدھے رستے سے بھٹک گئے ہیں ، بس یہ اللہ کا غضب اور اسکی مار ہے۔ حضرت لقمان حکیم نے پہلا جملہ بچے کو یہ کہا کہ یابنی اقم الصلوۃ۔ پابندی سے نماز پڑھو گے ، اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نصیب فرمائے اور ہمارے حاکم ومحکوم ، ممبران اسمبلی اور عوام اور خواص سب کے دلوں کو دین اسلام پر راسخ کر دے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی ایم اے پی ایچ ڈی
صدر شعبۂ عربی کالی کٹ یونیورسٹی

جدید عربی شاعری درحقیقت جنگِ عظیم کے بعد کی شاعری کو کہنا چاہیئے مگر اس مضمون میں ادب عربی کی متداول تاریخوں کے طرز پر اس کا آغاز نپولین کے مصر پر حملہ اور محمد علی پاشا کے عہد سے قرار دیا گیا ہے۔

★

جدید عربی شاعری وسعت وعظمت کے لحاظ سے بڑی اہمیت کی مالک ہے، اسکی تجدید کا سہرا بارودی کے سر ہے۔ مگر اس تجدید کو قدیم شاعری کے خلاف بغاوت سے تعبیر نہ کرنا چاہیے، اس لئے کہ جدید شاعری اچانک نہیں پیدا ہوگئی، بلکہ تدریجی طور پر عرب شعراء قدامت کے راستے سے تجدید کی شاہراہ تک پہنچے ہیں، جدید شاعروں نے فکر وفن کے لئے پہلے عباسی شعراء کی تقلید کی اور "عہدِ عثمانی" یا عصر ترکی کے شعراء کو پس پشت ڈال دیا، اس جاندار تقلید نے ان کے اندر فن کی پختگی اور عظمت پیدا کی، یہ کیفیت بارودی، شوقی، حافظ رصافی اور زہاوی سب کے یہاں نمایاں ہے۔ پھر ان لوگوں نے مغرب کے نئے رجحان سے اپنے فن کو نئے آفاق دکھائے۔ نئے خیالات، نئی امنگوں اور نئے حوصلوں سے اپنی شاعری کو نئی زندگی وتابندگی عطا کی اور یورپی ادب کی جدید جلوہ طرازیوں سے اس کے اندر نئی چمک دمک پیدا کی۔

بارودی اور شوقی وغیرہ کے یہاں تجدید کی کوشش میں قدیم ادب کے احیاء کی سعی کی گئی ہے۔ اسی بنا پر ان کے یہاں جدیدیت ایک محدود ومخصوص انداز میں نظر آتی ہے، قالب وہیئت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی، حافظ کہتے ہیں:

آن یا شعر ان نفك قيوداً   قيدتنا بها دعاة المحال

اے شعر! وقت آگیا ہے کہ ہم محال امور کے داعیوں کی قید وبند کو توڑ ڈالیں۔

حافظ نے قید تو نہیں توڑی مگر اتنا ضرور کیا کہ شاعری کو زندگی کا نباض بنا دیا اور سماجی شاعری سے اپنے

دیوان کو پُر کر دیا، حافظ سے زیادہ بڑا اور عظیم تجدیدی کام دراصل شوقی نے انجام دیا ہے۔ انہوں نے عربی شاعری میں ڈرامہ نگاری کا آغاز کیا، یہ ایک بالکل نیا قدم تھا، عربی ادب تمثیلی شاعری سے ناآشنا تھا، انہوں نے مصرع کلوپیٹرا، مجنوں لیلیٰ اور قمبیز وغیرہ ڈرامے لکھے، چونکہ انہوں نے یورپی ڈرامہ کا فنی مطالعہ نہیں کیا تھا، اس لئے تمثیلی شاعری کے لئے نئے اوزان کی تشکیل کی جانب توجہ نہ کر سکے، ورنہ وہ ڈرامہ کی معراج تک پہنچ جاتے، عملی طور پر بھی ان کے ڈرامے کمزور سمجھے گئے، ڈرامہ کے لئے اسٹیج کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

دراصل اس دور میں کمی بنیادی نظریہ کی ہے، حافظ و شوقی کسی کے یہاں بھی فلسفۂ حیات، فلسفۂ فطرت، اور اعتماد و ایقان کی انقلاب انگیز کیفیت نہیں پائی جاتی ہے۔ محض جدید ایجادات و اختراعات کا ذکر یا سیاسی و سماجی واقعات کا بیان ہی تجدید شاعری نہیں ہے۔

جدید تصور شاعری ایک تصورِ حیات اور ایک نظامِ فکر ہے، شعرا ایک نقطۂ نظر کو سامنے رکھ کر شعر کہتے ہیں، اور زندگی کو اسی پیمانے سے ناپتے ہیں، شاعری کو اتفاقی القا قرار دینا دورِ جدید کا اندازِ فکر نہیں ہے۔ اب تو "شعوری الہام" ہوتا ہے، ایک فلسفۂ حیات کے ذریعہ آلام روزگار کا حل اور ایک مربوط و منظم نظامِ حیات کی راہ سے مسائل کی تلاش، انسانی طبقات کے کچلے ہوئے افراد سے ہمدردی اور غمگساری تجدید کی اعلیٰ قدر ہے، یہ تغیر حافظ و شوقی کے بعد پیدا ہوا اور شعراء نے مغرب سے کسب فیض کیا، مثلاً اکثر جدید شعراء اور شعرائے مہجر رومانوی تحریک سے متاثر نظر آتے ہیں، تقلید کا یہ عالم ہے کہ بہت سے عرب شعراء نے عربی انداز چھوڑ کر بالکل مغربی انداز کی نظمیں لکھنی شروع کر دیں، ان کی نظر میں عربوں کا اسلوب شاعری دورِ جدید کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا، ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ فن کے پیمانے کسی قوم کے اندر ایک طویل عرصہ کے بعد وجود میں آتے ہیں، ان کو اچانک متروک قرار دینا آسان نہیں ہے۔ عربی شاعری کے روایتی طرز کو ترک کر کے پورے طور پر مغربی انداز کا اختیار کر لینا ممکن نہیں ہے۔ اسی بنا پر آزاد نظموں کو ابتک اتنی مقبولیت حاصل نہ ہو سکی جتنی قدیم اصنافِ سخن کو حاصل ہے۔ قدیم فنی روایتوں کو طاقِ نسیاں کے حوالہ کئے بغیر بھی جدید راہوں پر گامزنی کی جا سکتی ہے۔ مثلاً بہت سے شعراء نے عربی شاعری کے قدیم طرز پر بھی عمدہ اور مؤثر نظمیں لکھی ہیں۔ اور جدید انداز میں بھی شعر کہہ کر شاعرانہ عظمت و کمال کے جلوے دکھائے ہیں، شعرائے محافظین یعنی بارودی، حافظ اور شوقی وغیرہ کی کامیابی کا راز یہی ہے۔ اس کے برعکس اس طبقہ کو جو محض یورپ کا نقال ہے۔ زیادہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی، کیونکہ اس نے مغربی افکار و تصورات کو مغربی اسالیب میں پیش کرنے کی کوشش کی۔

جدید عرب شعراء نے مغربی فلسفہ کا گہرا مطالعہ نہیں کیا ہے، اس لئے ان کے یہاں سطحی تقلید ہے، اسی بناء پر مغرب زدہ شاعری میں ہمیں کوئی خاص لذت و حلاوت نہیں ملتی۔ یہ صورت حال اس وقت تک باقی رہے گی، جبتک کہ عربی اور مغربی مآخذ سے یکساں کسب فیض نہ کیا جائے۔[۱]

مغربی مذاق سخن پیدا کرنے کے لئے صرف یورپی تہذیب ہی سے کسب فیض کافی نہیں ہے، بلکہ یورپی اساطیر اور یورپی فلسفہ کا عمیق مطالعہ بھی ناگزیر ہے۔ طٰہٰ حسین نے اپنی کتاب "حافظ وشوقی" میں لکھا ہے کہ شوقی اگرچہ فرانسیسی جانتے تھے، مگر انہوں نے فرانسیسی ڈرامہ اور ادب کا گہرا مطالعہ نہیں کیا تھا اس وجہ سے ان کے کلام میں زیادہ گہرائی نہ پیدا ہوسکی، مغربی تہذیب نے خود قدیم یونانی، رومانی اور عربی علوم وفنون اور تہذیب وتمدن سے اپنا چراغ روشن کیا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ جدید عربی شاعری میں کوئی "اقبال" پیدا نہ ہوسکا، مگر جہاں تک موضوعات شاعری کا سوال ہے، اس میں ہمیں مایوسی نہیں ہوتی، عربوں نے جدید شاعری کا ایک عظیم ذخیرہ ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔ جو قوس وقزح کی طرح رنگین، بوقلموں اور دلکش وپرکیف ہے۔ اس میں قدماء کی طرح شکوے، مبارکباد یا تاریخ پیدائش و وفات، مراثی وغسل صحت، اور قصائد وہجویات کا دفتر بے پایاں نظر نہیں آتا، مگر اس میں اجتماعی اور انفرادی انسانی زندگی کے متعلق جذبات واحساسات کا گہرا شعور نظر آتا ہے، اور سیاسی، وطنی، معاشی اور معاشرتی حالات کی موثر تصویر نگاہ کے سامنے آجاتی ہے۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ جدید عربی شاعری کا آغاز دراصل نپولین کے حملے سے ہوتا ہے۔ نپولین نے ۱۷۹۸ء میں مصر پر حملہ کیا، اس نے نہ صرف مصریوں میں نئی زندگی پیدا کی بلکہ اپنے ساتھ ماہرین آثار قدیمہ کی ایک جماعت بھی لایا، جس نے مصر کی قدیم تہذیب اور عہد رفتہ کی عظمت کو زمین کے سینوں سے کھود کر نکالا۔ انہوں نے فرانسیسی زبان میں رسالے بھی جاری کئے، اس طرح اہل مصر کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا ہوگیا۔

عرب ملکوں میں اہل یورپ نے بہت سے مشنری ادارے قائم کئے، روس، امریکہ اور فرانس نے اس طرح کے کالج لبنان میں کثرت سے کھولے، چونکہ عربوں میں مذہبی پختگی تھی، اس لئے ان کو عیسائی بنانے میں تو کامیابی نہ ہوسکی، مگر فرنگیوں کی ہوشیاری نے انہیں اپنا آلۂ کار بنالیا، ڈاکٹر احمد امین فیض الخاطر میں لکھتے ہیں کہ عربوں میں غیر ملکی درسگاہیں کثرت سے کھولی گئیں، حتیٰ کہ صرف شام میں ان کی تعداد ۱۷۲ تک پہنچ گئی، یہ صرف امریکی مشنریوں کے مدارس تھے جو گاؤں اور شہروں میں پھیلے ہوتے تھے، چھوٹے بچوں کی درسگاہوں

---

[۱] الفن و مذاہبہ فی الشعر العربی ۱۹۴۳ء از شوقی الضیف ص ۵۱۳ - ۵۱۹

سے لیکر اعلیٰ تعلیمی ادارے غیر ملکی مشن چلاتے تھے، بیروت، قاہرہ اور استنبول میں امریکن یونیورسٹیاں قائم تھیں، ان اداروں میں مسلم طلبہ کو زبردستی چرچ لے جایا جاتا تھا۔ اور ان سے عیسائی طرز پہ عبادت کرائی جاتی تھی، جب طلبہ نے احتجاج کیا تو اصحاب حل وعقد نے کہا کہ ہم بالداروں سے بڑی بڑی رقمیں عیسائیت کی تبلیغ کے نام پر حاصل کرتے ہیں، اگر ہم مذہب کا عنصر نکالدیں تو ہمیں کون مدد دیگا۔ ؎۱

یہ ادارے سیاسی طور پر استعماری جڑوں کو مضبوط کرنے، طلبہ کے ذہن میں الحاد پیدا کرنے اور مذہبی شکوک کو ابھارنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان اداروں نے عربوں میں جدیدیت، اصلاح شعر و ادب کا خیال دلایا۔

فرانسیسیوں نے ایسے تھیٹر بھی قائم کئے جن میں ڈرامے دکھاتے تھے، مصر میں انہوں نے دو ایسے جدید مدرسے بھی قائم کئے جن میں فرانسیسی لڑکوں کی تعلیم کا انتظام تھا، ایک بڑا کتب خانہ بھی قائم کیا، جس میں یورپ کی بیشمار جدید کتابوں کے ساتھ عمدہ اور نادر عربی تصنیفات بھی تھیں، اور وہ مخطوطات بھی تھے جو انہوں نے مسجدوں اور دوسری جگہوں سے جمع کرلئے تھے، جو اس کتب خانہ سے فائدہ اٹھانا چاہتا وہ بڑی خوشی سے اس کو اجازت دیتے تھے۔ ؎۲

اسی کے ساتھ فرانسیسیوں نے ایک مجلس "المجمع العلمی" کے نام سے قائم کی جو حکومت مصر کے مختلف پہلوؤں کے متعلق مواد فراہم کرتی تھی، اس مجلس کے ذریعہ بہت سے اقتصادی، تاریخی اور ثقافتی امور سامنے آئے اور مصر کے قدیم تہذیبی آثار نمایاں ہوئے اور ایک کتاب وصف مصر (DRICKIFTION OF EGYPTE) کے نام سے شائع کی، ازہر کے نو ۹ علماء کو نپولین نے مصری حکمران مجلس میں شریک کیا، اس ترکیب سے مصریوں کو حکومت میں شرکت کا خیال دلاکر ترکوں کیطرف سے استبداد کا خیال ذہن نشین کیا۔

محمد علی جب مصر کا والی ہوا تو ایک طرف اس نے اعلیٰ قسم کی جدید درسگاہیں کھولیں اور دوسری طرف طلباء کے ایک گروہ کو جدید علوم و فنون کی تحصیل کے لئے فرانس روانہ کیا جو آگے چل کر مصر اور یورپ کے درمیان واسطہ بنے، ان لوگوں نے ترجمہ کی مہم چلائی، جدید اصطلاحات وضع کیں اور بہت سا نیا لٹریچر تیار کر دیا۔ ؎۳

اس جماعت میں رفاعۃ الطہطاوی نے کافی علمی خدمات انجام دیں، اسی کے مشورہ سے محمد علی نے زبانوں کا ایک ادارہ قائم کیا جس میں ایک ہزار سے زائد مغربی زبانوں سے کتابیں عربی میں منتقل کی گئیں، فرانس کے دستور کا ترجمہ بھی کیا گیا، اور بہت سے فرانسیسی شاعروں کا کلام عربی میں منتقل کیا گیا، محمد علی نے ایک اعلیٰ درجہ کا مطبع بھی قائم کیا، جو "المطبعۃ الامیریہ" کے نام سے مشہور ہوا، جس سے الوقائع المصریہ رسالہ نکلنے لگا۔

؎۱ فیض الخاطر ج ۱۰ ص ۱۵۰ ؎۲ تطور الشعر العربی الحدیث ص ۱۳ ؎۳ ایضاً ص ۱۵

جب اسمٰعیل تخت حکومت پر آیا تو اس کا علمی ذوق محمد علی سے زیادہ ترقی یافتہ تھا، اس نے ساری یورپ کی علمی وتہذیبی ترقیوں کو سمیٹ لینے کا قصد کیا، اس نے ۲،ا وفود تعلیم کے لئے فرانس روانہ کئے، اس طرح اسمٰعیل کے زمانہ میں اسکولوں، کالجوں، اخباروں اور رسالوں سبھی چیزوں میں غیر معمولی اضافہ ہوا، چند برسوں میں ملک کی ذہنی حالت بدلنے لگی۔

اسی زمانہ میں عربوں میں اپنے قدیم ذخیرۂ علوم کو مرتب کرنے اور پرانے ادب کے احیاء کا خیال پیدا ہوا آغانی، تاریخ ابن خلدون، وفیات الاعیان وغیرہ بہت سی اہم کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہوگئیں جسکی وجہ سے تصنیف وتالیف کا مذاق سوسائٹی میں عام ہوگیا۔

اس سلسلہ میں مستشرقین کی خدمات بھی بہت اہم ہیں، انہوں نے عربی کی نادر کتابوں کو شائع کرنے اور مرتب کرنے میں بڑا حصہ لیا۔

پھر جب انگریزوں کا نفوذ بڑھا تب بھی علمی وتہذیبی سرگرمیاں عربوں میں جاری رہیں، اور مغرب کے اثر سے قومی جذبات برانگیختہ ہونے کی وجہ سے تحریک آزادی پورے جوش کے ساتھ شروع ہوگئی، اسی زمانہ میں سید جمال الدین افغانی اور ان کے شاگردوں کی تحریک اصلاح نے قومی کارکنوں اور حریت کے علمبرداروں کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا اور آزادی کے جذبہ کے ساتھ انہیں اسلام سے بھی وابستہ رکھا، افغانی اور شیخ عبدہٗ کے اثرات سے اس دور کا نہ کوئی ادیب محفوظ تھا اور نہ شاعر،

سید علی درویش، عبداللہ فکری اور ناصف الیازجی وغیرہ کی شاعری جدید دور سے بالکل الگ ہے۔
لیکن ان کے بعد انیسویں صدی کے نصف آخر میں جو شعراء سامنے آتے ہیں، ان کے یہاں صنائع و بدائع کسی حد تک کم ہیں بلکہ ان کے اسلوب میں بحتری وغیرہ کے اثرات ہیں، کیونکہ اس زمانہ میں قدیم لٹریچر پڑھنے کا نام ذوق پیدا ہوگیا تھا، جسکا ذکر پہلے ہوچکا۔

صالح مجدی جس کا انتقال ۱۸۸۱ء میں ہوا، مصر پر غیر ملکیوں کے نفوذ سے نفرت ظاہر کرتا ہے، اور اپنی سوسائٹی کے احساسات کا اس طرح اظہار کرتا ہے۔

ومن عجب فی السلم انی بوطنی اکون اسیراً فی وثاق الاجانب

تعجب کی بات ہے کہ میں امن کی حالت میں اپنے وطن میں غیر ملکیوں کے چنگل میں اسیر پڑا ہوں۔

ولا ینثنی عن مصر فی ای حالۃ الی اہلہ الا بمل الحقائب

غیر ملکی جب بھی مصر سے جاتے ہیں تو اپنی جیبیں بھرے جاتے ہیں۔

وہ اہل وطن سے پکار کر کہتا ہے:

یا بنی الاوطان هیا خیموا فوق الثریا

اے ابنائے وطن آؤ اور ثریا کے اوپر خیمے نصب کرو۔

بارودی کی اس طرز شاعری کو ان کے بعد عبدالمطلب ، رافعی ، قایاتی ، جارم اور کاظمی نے اپنایا ، یہ شعراء محافظین اس بنا پر کہلاتے ہیں کہ ماضی سے انہوں نے جو وراثت پائی تھی اس کو پوری طرح قائم رکھا ، انہوں نے عصر عباسی واموی کی شاعری کو نمونہ سمجھا اور قرآن سے بھی استفادہ کیا [۱] لیکن جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے ، ان شعراء نے اچھا خاصہ تاثر اپنے زمانہ کے حالات سے بھی قبول کیا۔

جارم مغرب کے اثر سے تجدد کا دعوی کرنے والے شعراء کا ان الفاظ میں مذاق اڑاتا ہے۔

جلبوا للقريض ثوبا من الغرب ولم يجلبوا سوى الاكفان

شعر کے لئے مغرب سے لباس لائے (لیکن یہ) کفن کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

لا تثوروا على تراث امرئ القيس وصونوا ديباجة الذبياني

امرئ القیس کی وراثت پہ حملہ مت کرو اور ذبیانی کی وجاہت کو بچاؤ۔

لیکن یہ گروہ جدید احساسات بھی رکھتا ہے ، چنانچہ جارم سعد زغلول کے مرثیہ میں ان کی قومی خدمات کو ان الفاظ میں سراہتا ہے ،

واصاب في الميدان فارس امة رفع الكنانة بعد طول نضال

ایک امت کے شہسوار کو میدان میں ایک طویل جنگ کے بعد ہلاک کر دیا۔

من ذالك النمر الوثوب وذالك الاسد المزئير ذو الندام العالي

کون ہے یہ کودنے والا چیتا ؟ اور یہ اونچی آواز والا شیر !

سوسائٹی کے مسائل سے بھی یہ شعراء اسی طرح تعرض کرتے ہیں ، جسطرح سے یہ لوگ وہ موضوعات پیش کرتے ہیں . جو قدماء کے یہاں رائج تھے ، رافعی اہل عرب کے انحطاط کا نوحہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

الست ترى العرب الماجدين وكيف تهدم مجد العرب

کیا تم شریف عربوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ (اس دور میں) کس طرح عرب کے مجد کو ڈھا رہے ہیں۔

عبدالمطلب مغربی تہذیب کے فحش ماحول کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

یا منزل القرآن نو راً للبصائر والعقول

اے قرآن نازل کرنے والے جو عقل و بصیرت کے لئے نور ہے۔

عميت بصائر اهل وا دى النيل عن وضح السبيل

اہل وادی نیل کی نگاہیں واضح راستہ سے ہٹ گئی ہیں . (اندھی ہوگئی ہیں)

قابانی کہتا ہے :

حذار حذار ان تصاد ظباء کم فیرتد ذالک الحسن غیر مصون

بچو بچو اس بات سے کہ تمہاری ہرنیاں شکار کر لی جائیں اور پھر یہ حسن غیر محفوظ ہو کر لوٹے ۔

ان شاعروں کے بعد جن شعراء کا دور آتا ہے وہ ان مذکورۂ بالا شاعروں سے کہیں زیادہ تجدد پسند اور مغربی تہذیب سے متاثر ہیں، لیکن اس کے بعد بھی وہ فنی طور پر قدیم ہی طرز کی شاعری کے حامل ہیں۔ ان کے یہاں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں وہ شکل کے بجائے معانی میں ہوئی ہیں ۔ اس طبقہ نے وطنی و سیاسی شاعری کو غیر معمولی طور پر فروغ دیا، اس طبقہ میں شوقی، حافظ، صبری، کاشف، عزیز فہمی، ماحی، عبدالغنی اور عزیز اباظہ وغیرہ شامل ہیں۔ (باقی آئندہ)

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ کی ایک عظیم تاریخی پیشکش

وفیات نمبر

یعنی

ملت اسلامیہ کی اسی صدی کی باکمال ہستیوں، اکابر و مشائخ، مشاہیر علماء و فضلاء اور اللہ کے نیک و صالح بندوں کی وفات پر الفرقان میں ۱۹۳۲ء سے ۱۹۷۲ء تک لکھے جانے والے تعزیتی مضامین اور سوز و اثر میں ڈوبی ہوئی تحریروں کا ایک جامع انتخاب ۔

جون ۱۹۷۷ء میں شائع ہو گیا ہے

ضخامت دو سو صفحات ، قیمت پانچ روپے

زر سالانہ پچیس ۲۵ روپے

حفاظت سے طلب کرنے کے لئے دو ۲ روپے رجسٹری فیس ارسال کریں۔

مینجر ماہنامہ الفرقان ۔ ۳۱ نیا گاؤں مغربی ۔ نظیر آباد ۔ لکھنؤ ۔ ۱

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ

سیکرٹری ادارۂ اصلاح و تبلیغ ۔ آسٹریلین بلڈنگ ۔ لاہور

امریکہ میں اسلام اور اسلامی ادارے

حافظ عمیر الصدیق ندوی۔ دریابادی

امریکہ سے پوری واقفیت تو کولمبس کے تاریخی سفر کے بعد ہی ہوئی مگر بعض لوگوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ کچھ عرب جہاز راں اس سے پہلے ہی بحر اوقیانوس عبور کر کے مشرقی امریکہ کے ساحل تک پہنچ گئے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امریکہ کے مغربی ساحل تک پہنچنے کے لئے انہوں نے نیوزی لینڈ کو ایک تجارتی مرکز کی حیثیت سے استعمال کیا تھا، ان قدیم روابط کا علم بھی حال ہی میں بعض تہذیبی آثار و نقوش کی تلاش و تحقیق کے بعد ہوا ہے۔

کولمبس کے بعد جب باضابطہ نئی دنیا سے پرانی دنیا کے تعلقات قائم ہوئے تو زیادہ تر لوگ یورپ سے آئے تھوڑے سے مسلمان مزدوروں کی صورت میں افریقہ سے پہنچے ان قدیم مسلم مہاجرین کے بارے میں اطلاعات ناکافی ہیں۔ پھر بھی مختلف ریکارڈوں اور نقوش و آثار سے ان کے وجود اور طرزِ معاشرت کا پتہ چلتا ہے، ناصر الدین نامی ایک مسلمان کا بھی ذکر ملتا ہے جن کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک مصری شاہزادہ تھا جو نیویارک مستقل سکونت کی غرض سے آیا تھا اور مقامی سرخ ہندیوں میں ایک ممتاز حیثیت کا مالک ہو گیا تھا، ممکن ہے کہ وہ اس مملوک خاندان سے تعلق رکھتا ہو جس نے مصر پر ۱۵۱۷ء تک حکومت کی پھر سلطان سلیم عثمانی کے ہاتھوں اس خاندان کا اقتدار ختم ہو گیا، شاید ناصر الدین اسی زمانے میں کسی طرح امریکہ چلا آیا ہو، ایک نام شمالی افریقہ کے ابن علی کا بھی ملتا ہے، جنہوں نے امریکہ کی خانہ جنگی کے دوران اپنے حلیفوں کے شانہ بہ شانہ جنگ کی تھی، ان اہم مہاجرین کے علاوہ بہت سے مسلمان ایسے بھی تھے جنہیں یورپی باشندے افریقہ پکڑ کر لے گئے تھے تاکہ ان سے کام لیں، غلامی کی پابندیوں اور سختیوں کی وجہ سے بہت سے اپنے مذہبی عقائد و روایات پر کاربند نہ رہ سکے اس لئے بہت جلد آنے والی نسلیں اپنے مذہب، زبان اور اسلاف کی روایات سے ناواقف ہو گئیں لیکن کچھ جوان مرد ایسے بھی تھے جو شدید اذیتوں کے باوجود اپنی روایات سے دستبردار

نہ ہوتے اور اسلام کے کچھ نہ کچھ آثار ان کے اندر باقی رہے، سور اور شراب سے اجتناب اور ناموں میں اللہ و محمد سے انتساب ان کی حقیقت کا پتہ دیتا ہے، لیکن اسلامی اداروں اور تنظیموں کی شکل میں ان کے حقیقی اثرات انیسویں صدی کے اواخر میں محسوس ہوئے، یورپ میں معاشرتی انقلاب، امریکہ میں غلامی کے انسداد اور جہاں رانی کی ترقی کی بناء پر امریکہ میں خوشحالی کے نمایاں آثار نظر آنے لگے، ان حالات کی وجہ سے عالم اسلام سے بڑی تعداد میں مسلمان امریکہ کا رخ کرنے لگے، زار کے زیر اقتدار روس اور اس کے پڑوسی مسلم ممالک سے لڑائیاں بھی مسلمانوں کے ترک وطن کا باعث بنیں۔ اشتراکی انقلاب کے بعد یہ رفتار اور تیز ہو گئی، مشرقی یورپ کے مسلمان بھی دوسری جنگ عظیم کے بعد بڑی تعداد میں امریکہ آکر آباد ہو گئے۔ آج شمالی امریکہ کے بہت سے علاقوں میں تاتاری، قزاقستانی، قرقیشیائی، البانوی، ترک اور یوگوسلاوی مسلمان مقیم ہیں۔ اس کے علاوہ انیسویں صدی کے نصف آخر میں عرب باشندے بھی اعلیٰ تعلیم کے حصول کی غرض سے امریکہ آئے اس صدی کے اوائل میں تو یہ تعداد خاصی بڑھ گئی اور حالیہ برسوں میں فلسطین سے بھی کافی لوگ آگئے۔ غلامی کے انسداد کے بعد یہاں کے کارخانوں میں باعزت طریقہ سے کام کی غرض سے ہندوستانی اور انڈونیشی محنت کش بھی آئے۔ ان میں مسلمان بھی تھے، اور اب ان کی اولاد مختلف علاقوں میں خوشحالی اور فارغ البالی کے ساتھ رہ رہی ہے۔ ان کی اپنی مسجدیں ہیں، اسکول ہیں اور مضبوط تنظیمیں ہیں، سرینام (ڈچ گیانا) میں مسلمان تقریباً اسی ہزار ہیں جن میں زیادہ تر انڈونیشی نژاد ہیں ٹرینیڈاڈ میں ۶۰ ہزار مسلمان ہیں اور کم از کم ۶۰ مسجدیں برطانوی گیانا میں ۶۵ ہزار مسلمان اور سو سے زائد مسجدیں ہیں، وینزویلا میں ۵۴ ہزار کی مسلم آبادی ہے۔ جمیکا، بارباڈوس اور کراکاؤ میں بھی خاصی مسلم آبادی ہے، ارجنٹائنا کی مسلم آبادی ۲ لاکھ ۵۰ ہزار بتائی جاتی ہے۔ مسلمانوں نے اس صدی کے اوائل میں نسلی اور قومی بنیادوں پر اپنی تنظیموں کی تشکیل شروع کر دی تھی۔ لیکن ان کے ناموں میں بہر حال اسلامی جھلک، نمایاں تھی۔ مثلاً تاتاریوں نے ۱۹۲۲ء میں نیویارک میں "امریکن محمڈن سوسائٹی" قائم کی اور عربوں نے ۱۹۲۳ء میں "ینگ مین مسلم ایسوسی ایشن" کی بنیاد ڈالی۔ ایسی ہی قومی انجمنیں دوسرے شہروں میں بھی قائم ہوئیں جو اکثر اعلیٰ اسلامی اقدار کی بجائے محدود قومی و نسلی خصوصیات کی علمبردار تھیں۔

عالم اسلام کے مختلف گوشوں سے آنے والے مہاجرین کے علاوہ جن کی تعداد جنوبی امریکہ میں ۵ لاکھ سے زیادہ ہے۔ شمالی امریکہ میں بھی مسلم آبادی تقریباً اتنی ہی ہے، ان میں وہ مسلمان بھی شامل ہیں جو عارضی قیام کی غرض سے آئے ہوتے ہیں، بہت سے لوگ مختلف سفارتخانوں، قونصلوں اور اقوام متحدہ کے مسلم ممالک کے دوسرے اداروں سے وابستہ ہیں۔ ان بیرونی مسلمانوں کے علاوہ بہت سے امریکی باشندے بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ہیں اگرچہ اس راہ میں کچھ دشواریاں حائل ہیں جن کا باعث وہ صلیبی جنگیں ہیں جو سینکڑوں برس

ہوئی تھیں اور ان سے پیدا ہوتی بہت سی غلط فہمیاں بھی ان دشواریوں کا ایک سبب ہیں، یہ غلط فہمیاں بچوں کی نصابی کتابوں سے ہی شروع ہو جاتی ہیں۔

ایک امریکی کے نقطۂ نظر سے اسلام کی تعریف بس یہ ہے کہ اس مذہبی فرقہ کے بانی (حضرت) محمدؐ ہیں۔ جنہوں نے یہودیت اور نصرانیت کی مشترکہ صداقتوں کو اپنایا، اور تلوار کی دھار پر اسے پیش کر دیا، ابھی حال ہی میں نیو یارک کے کورٹ ہاؤس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مجسمہ مسلم سفارتخانوں کی درخواست پر ہٹا دیا گیا اس مجسمہ کے ذریعہ حضورؐ کو ایک غضبناک، قوی الجثہ، دیوہیکل صورت میں دکھایا گیا تھا، آپ کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں، ایک ہاتھ میں قرآن، دوسرے میں تلوار ہے۔

اسلام کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ وہ عورت کو محکوم بنا کر رکھتا ہے۔ اور اس پر ناگفتہ بہ مظالم کو روا رکھتا ہے۔ لیکن اس پروپیگنڈے کے باوجود امریکہ کا ذہن اور صاحب علم طبقہ اسلام سے قریب آتا جا رہا ہے، اور اب بے یقینی اور بے چینی کی موجودہ فضا میں دوسرے مذاہب کے پیرو اسلامی تعلیمات میں روحانی سکون محسوس کرتے ہیں اور اس کے متوازن نظام حیات اور معاشرتی عدل و مساوات سے انکی دلچسپی روز افزوں ہے۔ سب سے پہلے جو امریکی مشرف باسلام ہوئے وہ مسٹر الیگزنڈر روسل وب ہیں۔ ۱۸۸۸ء میں بحیثیت قونصل جنرل وہ منیلا گئے تھے، وہاں مقامی مسلمانوں سے روشناس ہوئے، اسلامی تعلیمات نے انہیں اتنا متاثر کیا کہ انہوں نے قبول اسلام کا اعلان کر دیا اور محمد نام رکھا۔ انہوں نے کہا کہ میں تنقیدی مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلامی نظام حیات ہی روحانی تقاضوں کو بحسن و خوبی پورا کرتا ہے۔ کرنل ڈانلڈ الیس راک ویل ایک امریکی شاعر، نقاد اور منصف نے اور ایک اور جویائے حق تھامس (وارث) محمد نے اسلام قبول کیا اور جرأت مندی سے اسلام کے محاسن و خصوصیات بارے میں مضامین لکھے، انفرادی واقعات کے علاوہ مقامی نومسلم عرب سے آئے ہوئے معلمین کی مدد سے تبلیغ اسلام کی اجتماعی کوششوں میں لگے ہوئے تھے، ایک کامیاب داعی صوفی عبدالحمید نامی تھے۔ افریقی النسل امریکی نومسلم تھے۔ اسلام کے ایک اور مشہور داعی مرحوم ڈاکٹر عبدالودود بے تھے۔ جن کے اکثر مضامین ان کی وقت نظری اور وسعت مطالعہ کے غماز ہیں۔

اس صدی کے شروع کے تیس برسوں میں یہ تبلیغی کوششیں حیرت انگیز حد تک کامیاب رہیں ۱۹۳۷ء میں وفات سے قبل صوفی عبدالحمید نے ۲۰۰۰ سے زائد امریکیوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ اب یہ کوششیں صرف تبلیغ اسلام تک ہی محدود نہیں رہیں بلکہ مسجدوں اور قبرستانوں کے انتظام اور بچوں و جوانوں کے لئے اسلامی درسگاہوں کے قیام اور دیگر مذہبی ضروریات کی جانب بھی توجہ کی جانے لگی۔ ۱۹۳۸ء میں نیو یارک میں

ایک مورش اسلامک سنٹر، ڈاکٹر عبدالودود بے اور ان کی بیوی زرقہ بے کی مساعی سے قائم ہوا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ کے تجارتی وصنعتی مراکز میں مسلمانوں کے خوشگوار اضافے نے ایک ایسی مرکزی تنظیم کی اہمیت کا احساس دلایا جو مسلمانوں کے مختلف طبقات کی دیکھ بھال کرے اور ان کی مشکلات کے حل میں مدد دے۔ چنانچہ اس سمت دو قدم اٹھائے گئے ایک تو واشنگٹن میں اسلامک کلچر سنٹرل کا قیام دوسرے امریکہ اور کناڈا میں پھیلی ہوئی مختلف مسلم تنظیموں کے ایک وفاقی مرکز کی تاسیس۔

واشنگٹن میں ایک اسلامی مرکز کے قائم ہونے سے یہ امید تھی کہ اس قسم کا ادارہ اسلام اور مسلمانوں کی مذہبی ضروریات کو بہتر طور سے انجام دے سکے گا۔ چنانچہ زمین خریدی گئی، منصوبہ نے عملی جامہ پہنا اور ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۲ء تک سارا کام انجام پاگیا، ایک شاندار مسجد، اس کے پہلو میں ایک لائبریری، دفتر، چند کلاس روم اور ایک آڈیٹوریم بن کر تیار ہوگئے۔ اس کے جشن افتتاح میں صدر امریکہ بھی شریک ہوتے تھے۔

چند حضرات کا خیال ہے کہ یہ مرکز اسلامی مرکز ہونے کی بجائے سیاحوں کی کشش کا مرکز ہو کر رہ گیا ہے۔ اور اپنے مقاصد میں اس حد تک کامیاب نہیں جتنا اسکی فعال اور ہم آہنگ لیڈرشپ سے توقع تھی۔ لیکن یہ خیال کچھ ہی لوگوں کا ہے۔ اصل یہ ہے کہ مسجد کی خوبصورت عمارت سیاحوں کو خود بخود اپنی جانب متوجہ کر لیتی ہے اکثر لوگ اس مرکز کی شاندار خدمات کے معترف ہیں۔

مسلم تنظیموں کے ایک وفاقی مرکز کے خیال کی تعریف تو بہت سے رہنماؤں کی جانب سے کی جاتی رہی ہے۔ لیکن عملی قدم کیدر ریپڈ کے مسلمانوں نے اٹھایا جن کی مسجد اور سوسائٹی امریکہ میں مسلمانوں کے نقش اولین کی حیثیت رکھتی ہے۔ ۱۹۵۲ء میں اپنے شہر میں ایک اجتماع منعقد کرکے انہوں نے سارے مسلمانوں کو شرکت کی دعوت دی۔ ۴۰۰ ہزار مسلمانوں نے اس دعوت پر لبیک کہا اور اجتماع میں عام غور و فکر کے بعد طے پایا کہ انٹرنیشنل مسلم سوسائٹی کے نام سے ایک مرکزی انجمن قائم کی جائے اس کے بعد یہ اجتماعات ٹولیڈو اور شکاگو میں منعقد ہوتے۔ تیسرے کنونشن میں اس کا دستور تیار ہوا اور اس سوسائٹی نے فیڈریشن آف اسلامک ایسوسی ایشن کے نام سے ریاستہائے متحدہ امریکہ میں کام شروع کیا۔ اس انجمن کا مقصد یہ ہے کہ اسلامی فکر اور تہذیب کے لئے زیادہ وسیع میدان عمل مہیا کیا جائے۔ اسلام کی واقعی اور صحیح تصویر کو ہم وطنوں کے سامنے پیش کرنا اور مسلمانوں کی بنیادی تعلیم اور مذہبی ضروریات کی فراہمی بھی انجمن کی اہم ذمہ داری ہے۔ اور اب تو انجمن کے ممبروں کو اخلاقی قانونی اور اقتصادی سہولتیں بھی فراہم کی جانے لگی ہیں۔ انجمن کا ایک بڑا کام یا کارنامہ یہ بھی ہے۔ کہ وہ اسلام کے بارے میں پھیلے ہوئے غلط نظریات وخیالات کے ازالہ میں مصروف ہے۔ اس سلسلے میں وہ یونیورسٹیوں، اسکولوں اور لائبریریوں کو کتابیں فراہم کرتی رہتی ہے۔ "دی مسلم اسٹار" ایک ماہنامہ بھی نکلتا ہے۔ ایک کتابچہ "اسلام" نامی تیس ہزار

کی تعداد میں حال ہی میں تقسیم کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کا ایک ترجمہ بھی "SELECTION FROM THE NOBLEREADING" کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس فیڈریشن کے زیر اہتمام ---------- امریکہ میں مسلم شماری کا کام بھی ہو رہا ہے۔ اب تک تقریباً ۵ ہزار گھرانوں کا اندراج ہو چکا ہے۔ اسلامی مدارس کو اعلیٰ سطح پر لانے کی غرض سے ایک منصوبہ بھی تیار کیا گیا ہے۔ اس وقت وہ کونسل آف امامز کے زیر غور ہے۔

"دفتر ازالہ غلط بیانی" یہ دفتر اپنی نوعیت کے لحاظ سے فیڈریشن کے پروگراموں کا اہم جزو ہے، اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ دانستہ یا نادانستہ اخباروں، رسالوں، کتابوں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ ہوتا رہتا ہے۔ اس طرح اسلامی تحریک کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ فیڈریشن اس پروپیگنڈے کا تسلی بخش جواب دیتی رہتی ہے۔ فیڈریشن کے سالانہ کنونشن بھی ملاحظہ کی چیز ہوتے ہیں۔ ان اجتماعات میں فیڈریشن کی تمام ممبر تنظیمیں شریک ہوتی ہیں۔ وسیع اور پُر مغز مباحثے ہوتے ہیں۔ ان میں مقامی مسائل کے علاوہ عالم اسلام کے مسائل کا بھی جائزہ لیا جاتا ہے۔ مختلف ممالک کے وفود بھی ان اجتماعات میں شریک ہوتے اور عالمگیر اسلامی اخوت کے رشتوں کو مضبوط بناتے ہیں۔ فیڈریشن کے پاس ۱۳۷ ایکڑ کا وسیع قطعہ اراضی ہے۔ اب یہ یوتھ کیمپ کے لئے مخصوص ہے۔

مسلم اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن (ایم۔ ایس۔ اے) امریکہ کی یہ دوسری بڑی مسلم تنظیم ہے۔ جو مسلم طلبہ کی جہد مسلسل کی آئینہ دار ہے۔ ۱۹۶۱ء میں اس انجمن کی تشکیل ہوئی۔ بنیادی مقصد اس تنظیم کا ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا ہے جو حسن اخلاق اور پاکیزگی قلب ونظر کا مظہر ہو اور جہاں برائیوں سے بچنے کا جذبہ پیدا ہو، مسلمانوں میں ہم آہنگی اور مسائل کو مل جل کر حل کرنے کی ضرورت ماضی کے مقابلہ میں اب کچھ زیادہ ہی ہے۔ ایم، ایس، اے اسی عظیم مقصد کی خاطر جدوجہد کر رہی ہے، اپنے ممبروں کے لئے تعلیم و تربیت کے پروگرام مرتب کرتی ہے اور کوشش کرتی ہے کہ مذہبی، سماجی، معاشی، اخلاقی، ادبی اور سائنسی میدانوں میں اسلامی روح کار فرما ہو، اسکی ایک شاخ خواتین سے متعلق بھی ہے۔ جو امریکی خواتین میں تیزی سے مقبولیت حاصل کر رہی ہے۔ ایم، ایس، اے کا ایک سہ ماہی ترجمان "الاتحاد" کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ متعدد کتابیں بھی یہ جماعت شائع کر چکی ہے۔

ان کے علاوہ دوسری بہت سی مقامی مسلم تنظیمیں ہیں جن کے دائرۂ عمل میں مسجدوں کی تعمیر، بچوں کی اسلامی درسگاہوں کا قیام مباحثوں کی مجلسوں کا انعقاد، اور اسلامی تیوہاروں کا انتظام ہے ان کے کارکن زندگی کے عام معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں، ان تنظیموں کی کوشش ہے کہ امام یا دوسرے الفاظ میں تنظیم کا ڈائرکٹر اسلام کا سچا نمونہ ہو وہ صرف یہی نہیں کہ امامت اور وعظ و نصیحت کے فرائض انجام دے ادارہ کی تنظیمی ذمہ داریوں کا بوجھ سنبھالے اور گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے خطوط اور ٹیلیفونوں کا جواب دے

بلکہ وہ رات دن اپنے طبقہ کے افراد کی تکلیفیں دور کرنے اور انہیں مدد پہنچانے کے لئے بھی تیار رہے، اس موقع پر ان حضرات کا ذکر بھی ضروری ہے۔ جو ان اسلامی تنظیموں میں پیش پیش ہیں۔ اس سلسلہ میں نیویارک کے اسلامک سینٹر کے موجودہ ڈائریکٹر ڈاکٹر حسنی جبار خاص طور سے قابل ذکر ہیں، نماز کے متعلق ان کی کتابیں بڑی تعداد میں شائع ہوئی ہیں، امام محمد جواد کی کتاب " INQUIRY ABOUT ISLAM " انگریزی زبان کی اسلامی تصانیف میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ امام سلیمان، امام وہبی اسماعیل، امام عادل الاثیر، امام کرب ڈاکٹر کال ایڈریچ، امام عبدالمنعم خطاب، ڈاکٹر محسن البابلی، ڈاکٹر معین الدین، مسٹر قاسم محمود وغیرہ نمایاں ہستیاں ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ ہیں جن کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔

سفید فام امریکیوں کے معاون نیگرو بھی اسلام کی طرف مائل ہیں ان کی گرویدگی کا باعث یہ ہے کہ اسلام ایک صاف ستھرا اور سادہ مذہب ہے، وہ عالمگیر مساوات کا حامی ہے۔ اور اپنے ماننے والوں کو عزت و حرمت عطا کرتا ہے۔ بعض وجوہ کی بنا پر نیگرو مسلمانوں نے مخصوص قواعد و ضوابط کے ساتھ اپنی الگ تنظیمیں قائم کر رکھی ہیں یہ تنظیمیں بڑے شہروں مثلاً نیویارک، فلاڈلفیا، شکاگو، کلیولینڈ اور واشنگٹن وغیرہ میں موجود ہیں، لیکن نام سب کے اسلامی ہیں، جیسے دار الاسلام، مسجد یاسین، مسجد المہاجرین، مسجد الامت، انصار الاسلام اور بیعت قریش عالیجاہ محمد مرحوم کے نیشن آف اسلام سے وابستگی کی بنا پر وہ اپنے آپ کو آرتھوڈکس مسلم کہتے ہیں، آج کل ان کے قائد ولیس محمد ہیں اگرچہ عالیجاہ محمد کے پیرو ابھی پورے طور پر مسلمان نہیں سمجھے جاتے ہیں۔ مگر وہ اسلام سے بہت قریب ہیں، اور کیا عجب ہے کہ آگے چل کر وہ اسلام کے مخلص پیرو بن جائیں۔

تفسیر حقانی مکمل

مولانا عبدالحق حقانی دہلویؒ کی مایہ ناز اور شہرہ آفاق تفسیر فتح المنان المشہور تفسیر حقانی مکمل مدتوں کے انتظار کے بعد شائع ہو چکی ہے۔ دور حاضر کے مسائل کا بہترین حل اس تفسیر کی امتیازی خصوصیت ہے، کوئی بھی لائبریری اس عدیم النظیر تفسیر کے بغیر مکمل نہیں کہلا سکتی۔

آفسٹ کی خوبصورت کتابت و طباعت، سنہری ڈائی دار جلدیں۔ قیمت مکمل پانچ جلدیں ۲۵۰/- دو صد پچاس روپے۔ کمیشن معقول۔ مدارس اور طلبہ کے لئے خصوصی رعایت۔

ناشر:- مکتبہ الحسن ۲/۹ لال اسٹریٹ عبدالکریم روڈ
قلعہ گوجر سنگھ لاہور

ملنے کا پتہ:- اشرف اکیڈمی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد —— لاہور

ضبط و ترتیب: ادارۃ الحق

افادات ختم بخاری شریف

اس سال ۲۳ رجب ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۱ جولائی بروز پیر دارالحدیث میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ نے ختم بخاری شریف کی تقریب میں علالت کے باوجود حسب ذیل خطاب فرمایا۔ اس سے قبل آپ نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھی۔ اس خطاب میں دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہونے والے تقریباً ایک سو تیس فضلاء سے آئندہ ان کی علمی و عملی زندگی سے متعلق نہایت قیمتی نصائح فرمائے گئے۔ دارالعلوم میں عام سیاسی اور ہنگامی حالات اور بحرانوں کے باوجود بحمد اللہ تعلیمی سلسلہ نہایت خوش اسلوبی سے تکمیل تک پہنچا۔ شعبان کے پہلے ہفتہ میں سالانہ امتحانات شروع ہوئے۔ (ادارہ)

محترم بزرگو! علماء، اساتذہ، اراکین اور بعض مہمانوں کا اجتماع ہے۔ کل اور پرسوں بھی ختم بخاری کا ارادہ تھا۔ پھر فیصلہ ہوا کہ انشاء اللہ پیر کے دن تمام اساتذہ کی موجودگی میں ختم ہو ایک دو اساتذہ کا انتظار رہا۔ عذر کی وجہ سے میرا ارادہ تھا کہ ختم بخاری شریف کیلئے بعض حضرات اکابر کو بلایا جائے، پھر خیال ہوا کہ دارالعلوم حقانیہ کے سارے امور بغیر کسی تکلف کے ہیں۔ ۳۰ سال سے نہ افتتاح کے لئے کوئی اہتمام کیا گیا ہے۔ نہ اختتام کے لئے بلکہ اپنے ساتھی جمع ہو کر دعا فرما لیتے ہیں، محض سادگی ہے، اس سادگی کو ملحوظ رکھ کر بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ اگرچہ کمزوری اور بیماری ہے مگر آخری حدیث کی تلاوت کر لوں۔

محترم بھائیو! تقریر کی نہ ضرورت ہے نہ اس کا اہل ہوں، کہ آپ کے سامنے کچھ عرض کروں۔ بخاری شریف اور دیگر کتب آپ نے ختم کرلیں۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ آج آپ علماء ہیں اور نئے مقام پر ہیں اور علماء دولتمندوں کے، حکومت کے اور بڑے بڑے لوگوں کے وارث نہیں ہوتے، نہ ہم میں سے کوئی قارون کا وارث ہے۔ نہ کوئی نمرود کا وارث ہے، نہ شداد کا۔ اور شکر الحمد للہ کہ بھٹو سے بھی اللہ تعالیٰ نے خلاصی دیدی۔ ایک بھی ہم میں ایسا نہیں مگر آج خدا کے نزدیک آپ لوگوں کا جو درجہ ہے۔ العلماء ورثۃ الانبیاء۔ معمولی درجہ نہیں، کل مخلوقات میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا درجہ بلند ہے۔ اور پھر انبیاء علیہم السلام میں درجہ خاتم النبیین رحمۃ للعالمین کا بلند ہے

تفصیل کا موقعہ نہیں اور تفصیلات آپ پڑھ بھی چکے ہیں۔ آج آپ وارث الانبیاء بن گئے، آپ کے سروں پر وراثت انبیاء کا تاج رکھ دیا گیا اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا درجہ کل مخلوق میں اونچا ہے، مرتفع ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا تو بہت اونچا مقام ہے۔ حضورؐ کے صحابہ کرامؓ کے بارہ میں کسی نے ایک عالم سے پوچھا، غالباً امام شافعیؒ سے کہ مجدد اول حدیث کے مدوّن حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ بہت بڑی ہستی ہیں، ان کا درجہ اونچا ہے، یا حضرت معاویہؓ کا۔ انہوں نے نہایت غصہ میں جواب دیا کہ حضرت معاویہؓ جس گھوڑے پر سوار ہو کر حضور اقدسؐ کے ساتھ جہادوں میں شریک ہوتے اس گھوڑے کی نتھنوں کی گرد وغبار بھی عمر بن عبدالعزیز سے بہتر اور افضل ہے۔ صحابیت کا بڑا مقام ہے۔ تو نبوت کا تو حد سے بڑھ کر اونچا مقام ہے۔ اور آج آپ لوگوں کو اللہ جل مجدہٗ نے ان کے وارث کا درجہ اپنے فضل وکرم سے دیدیا۔

یہ اللہ کا کرم ہے کہ ہمیں انسان بنایا، پھر مسلمان بنایا۔ اور پھر طالب العلم بنایا۔ اور وہ بھی حدیث کی طالب العلمی امام بخاریؒ اس آخری حدیث ــ سبحان اللہ وبحمدہ ــ کی شکل میں اس نعمت عظیمہ پہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا فرما رہے ہیں۔ حمد پر مشتمل جملے امام اسی لئے لا رہے ہیں کہ شکریہ ادا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کتاب کی تصنیف کی توفیق دی۔ لاکھ احادیث سے امام بخاریؒ نے انتخاب فرمایا۔ اور ایسے طریق سے کہ ہر ترجمۃ الباب کے لئے رکن ومقام کے درمیان مواجہہ شریف میں روضۃ من ریاض الجنۃ کے سامنے استخارہ کر لیتے غسل کر لیتے، صاف اور نئے کپڑے پہن لیتے، خوشبو لگا لیتے، پورا اطمینان ہو جانے کے بعد حدیث درج فرماتے۔ سولہ سال میں یہ کتاب آپ نے تصنیف فرمائی، آپ نو سال آدھ سال میں پڑھ لیتے ہیں۔ مگر امام جیسے ذہین شخص نے اتنا اہتمام فرمایا۔ بچپن میں درس حدیث سننے کے شوق میں آکر حلقۂ درس میں سب سے پیچھے بیٹھ جاتے، لوگ احادیث لکھتے۔ آپ لکھتے بھی نہیں ویسے ہی خاموش بیٹھے رہتے، بڑے طلبہ مذاق کرتے کہ آپ کیوں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ لکھ بھی نہیں سکتے تو فائدہ کیا ہے۔؟ جاؤ اپنا کھیل کود کیا کرو۔ لیکن سولہویں دن امام بخاریؒ نے اپنے رفقاء درس سے کہا کہ آپ وقت کی بربادی کا الزام مجھ پر لگاتے ہیں۔ ان ۱۵ دنوں میں پندرہ ہزار احادیث استاذ نے سنائی ہیں۔

اس زمانہ میں درس حدیث میں لغوی اور اعرابی تحقیقات فقہی تحقیقات نہ ہوا کرتی بلکہ عبارت اور قرأت اور سماع پر اکتفاء ہوتا۔ اسے سرد الحدیث کہتے ہیں۔ اور اصل دورہ بھی یہی ہے۔ مقصد سند کا حضور اقدسؐ سے اتصال ہے۔ یہ علم اللہ بخشتا ہے۔ واللہ یعطی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علوم کی تقسیم فرماتے ہیں۔ وہ تقسیم شدہ علم صحابہ کرامؓ کو حاصل ہوا، پھر ان سے تابعین کو ان سے تبع تابعین کو ھکذا الی یومنا ھذا۔ اساتذہ کے ذریعہ ہم تک پہنچا۔ اب ہمارے ان سینوں میں جو علوم ہوں گے، وہی ہوں گے جو اساتذہ سے حاصل ہوتے۔ اور

اساتذہ نے تابعین اور تابعین نے صحابہؓ سے اور صحابہؓ نے حضور اقدسؐ سے حضورؐ نے جبرائیل امین علیہ السلام سے اور جبرئیلؑ نے اللہ مجدہٗ سے حاصل کئے۔ فرمایا: انما انا قاسم واللہ یعطی۔ یہ احادیث — سرد الحدیث — سے سند متصل ہوجاتی ہے۔ جیسے کسی کھیت کو سیراب کرانا ہو تو دریا اور سمندر سے نالہ کھیت کو سے آتے ہیں، اب اس نالے کے ذریعے پانی اگر کھیت کو سیراب کرلیتا ہے اور اگر نالہ نہ ہو یا پائپ لائن نہ ہو اس دریا سے لنڈا کے متصل کوئی کھیت ہو مگر ذریعہ اتصال نہیں تو دریا سے کھیت کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ تو اساتذہ کی سند اساتذہ سے لیکر حضور اقدسؐ تک اور اللہ رب العزت نے یہ وحی نازل فرمائی:

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ

یہ وہی ذریعہ اتصال ہے۔ یہی سرد الحدیث اصل چیز ہے، آج طلبہ کہتے ہیں کہ چلئے اساتذہ فلاں مقام پر تحقیق نہیں کریں گے ویسے عبارت پڑھی جارہی ہے، جاکر کہیں کمرہ میں آرام کرلیں۔ حالانکہ یہ غلط بات ہے۔ جو حدیث درس میں استاذ سے نہ سنی کل اُس کے بارہ میں — حدثنا یا اخبرنا۔ نہیں کہہ سکتے کہ جو پڑھا نہیں اسکی سند استاذ سے متصل نہیں ہوسکتی

غرض یہ کہ امام بخاریؒ نے پندرہ ہزار احادیث اگر پندرہ دن میں سن لیں تو تعجب نہیں، اس لئے کہ وہ دور — سرد المحادیث — کا تھا۔ صرف حدیث کی عبارت اور سند سنائی جاتی، تو امام بخاریؒ نے پندرہ ہزار احادیث ساتھیوں کو حافظے سے سنادیں، انہوں نے بھرپور امتحان لیا۔ اس سے امام بخاری کی ذہانت کا اندازہ لگتا ہے۔ پندرہ سولہ برس کی عمر میں امام عبداللہ بن مبارک وکیع اور امام ابوحنیفہؒ جیسے ائمہ کے علوم ازبر ہوگئے، امامؒ نے اس کتاب کی تصنیف سولہ برس میں فرمائی چھ لاکھ احادیث سے انتخاب اور زبردست شرائط کے ساتھ کہ — ما رواہ عدل تام الضبط بسند متصل خالیاً عن الشذوذ والعلۃ — پھر طالب اور استاذ کے درمیان ملاقات یقینی ہو، طویل ملاقات، طویل الملازمۃ مع الشیخ — کتنی کڑی شرائط۔ امام مسلمؒ نے تو اتنا کہا کہ ملاقات ہوئی ہو، مگر تتبع علماء کا یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے نہ صرف ملاقات بلکہ طویل الملازمۃ مع الشیخ راویوں کا بھی التزام رکھا ہے۔

امام بخاریؒ کے علم اور زہد کی نظیر اپنے دور میں نہ تھی۔ ایک دفعہ آپؒ بہت بیمار ہوگئے، حکماء نے قارورہ دیکھ کر کہا کہ یہ تو کسی ایسے راہب کا قارورہ ہے، جس نے عرصہ سے کوئی سالن نہیں کھایا۔ امامؒ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ایک مدت سے سالن کے بغیر جو کی روٹی خشک کھا رہا ہوں۔ تو حکماء کے اصرار و منت سماجت سے شب و روز میں تین بادام کھانا قبول کرلیا۔ یہ غربت کی وجہ سے نہیں، وہ خود بھی اور ان کے والد ماجد بھی امراء میں سے تھے۔ کسی نے ۲۵ ہزار روپیہ ان سے چھین لیا۔ یعنی رقم دبالی، کسی نے کہا

گورنر آپ کا مرید ہے، اس کے ذریعہ وصولی کا انتظام کریں۔ فرمایا گورنر کے ذریعہ میں قرض نہیں وصول کرتا یہ حاصل تو ہو جائے گا مگر کل گورنر مجھ سے بھی کوئی توقع رکھے گا۔ اور عالم سے تو یہی طمع ہو سکتا ہے۔ کہ فلاں مسئلہ پر دستخط کر دو، فلاں فتویٰ دیدو۔ تو فرمایا میں اپنا دین دنیا کے عوض نہیں بیچ سکتا، پچیس ہزار روپے چلے جائیں تو کوئی بات نہیں، والدین بھی اللہ نے ایسے دئے۔ حضرت اسماعیل ان کے والد ماجد ہیں ان کے ایک شاگرد ابوحفص ہیں غالباً، فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیل نے وفات کے وقت مجھ سے کہا کہ میں جبکہ اللہ کے دربار میں جا رہا ہوں تو مجھے چونٹی کے برابر بھی محاسبہ کا فکر نہیں کہ اللہ اسکی بازپرس کرے۔ وہ اتنے مطمئن ہیں کہ الحمدللہ زندگی میں میرے ہاتھوں ایک چونٹی کے برابر بھی خیانت نہیں ہوئی نہ کسی کی حق تلفی ہوئی کہ اب خدا اس کا حساب مانگے۔

حق العبد اور حق اللہ کے بارہ میں اتنا محتاط تھے ـــــ امامؒ کی والدہ ماجدہ بھی ولی تھیں، بچپن میں اور پھر جوانی میں ان کی بینائی زائل ہوئی، تو ماں دعائیں دیتیں۔ تو خواب میں دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس قرۃ العین کو نور بصر دیدے، ایسی پاکباز ہستی امام بخاریؒ کا گذارہ تھا خشک روٹی اور تین بادام سے ہے۔ یہ روٹی ہے اور یہی سالن ہے۔ ان ایام میں طلبہ حدیث پر ۵-۵ سو درہم روزانہ خرچ کر دیتے اللہ کی راہ میں انفاق کا یہ عالم مگر خود زہد و تقشف کی ایسی زندگی۔ اور پھر تصنیف ایسی کہ ہر حدیث لکھنے سے قبل غسل اور دو رکعت نفل۔ تقریباً تمام روایات بخاری مقطوعات اور غیر مقطوعات ملا کر نو ہزار بنتے ہیں اور سندات کچھ اوپر سات ہزار مکررات نکالنے کے بعد کوئی دو ہزار بتلاتا ہے۔ کوئی چار ہزار تو کئی لاکھ احادیث میں چار ہزار کا انتخاب، اتنا سخت معیار اور کڑی شرائط، اگر ۹ ہزار احادیث سمجھیں تو گویا اس کے لئے اٹھارہ ہزار رکعت تو نفل ادا کیے گئے۔

ـــــ تو اس کتاب کی عظمتوں کی نظیر نہیں، متقدمین کی ۵۳ سے زائد شروح ہیں۔ مگر آج بھی علماء کہتے ہیں کہ ابھی بخاری کے ابواب و تراجم کی تشریح کا حق ادا نہیں ہو سکا۔

حضرت شیخ الہندؒ کا ابواب و تراجم کے بارہ میں ایک چھوٹا سا رسالہ ہے۔ جب عینی، قسطلانی، فتح الباری اور ایسی بڑی بڑی شروح دیکھ کر پھر شیخ الہندؒ کا وہ مختصر رسالہ دیکھو تب حیرانگی ہو جاتی ہے۔ اور تب پتہ چلتا ہے۔ کہ کتنی نئی باتیں ابھی تک مخفی تھیں، تو کوئی یہ نہ کہے کہ ہم نے بخاری پڑھ لی تو اس کے سارے علوم بھی حاصل کر لئے۔ چھ ماہ کی دوڑ میں ہم فضلاء بن گئے۔ کسی بھی وقت اپنے آپ کو فاضل نہ سمجھیں، جو اپنے آپ کو فاضل اور عالم کہے وہ تو تباہ ہی تباہ ہے۔ اپنے آپ کو عالم کہنا اور مدرک کہنا بڑی جہالت ہے۔ امام مالک کا کتنا بلند مقام ہے۔ چالیس مسائل میں ان سے دریافت کیا گیا تو

۴۶ مسائل میں انہوں نے کہا لا ادری۔ (مجھے معلوم نہیں) اور چار مسائل کا جواب دیدیا۔ اور اب تو ملا آں باشد کہ چپ نہ شود والی بات ہے۔ لوگ دو کتابیں پڑھ کر ہر بات میں ٹانگ اڑاتے ہیں۔ اور کوئی جرح کرے تو کہتے ہیں کہ ہم نے کسی کدو کے اوراق تو نہیں پڑھے کتابیں پڑھی ہیں۔ ہم چوں من دیگرے نیست۔

ـــــ تو یہ کتاب جو تقریباً ۳۴۵۰ تراجم الابواب پر مشتمل ہے۔ علامہ جزائری نے اتنا تخمینہ لگایا ہے ان عنوانات سے حدیث کا ربط اور مسائل متعلقہ کا استنباط اور مناسبت چند ماہ کے درس و مطالعہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ذکاوت اور فہم دے۔ جب امامؒ جیسے ذہین و فطین نے سولہ برس میں اسے مکمل کیا تو ہم اگر ساٹھ سال بھی اس سے مزاولہ اور مطالعہ کا تعلق رکھیں تو شاید کوئی مناسبت پیدا ہو جائے۔

آپ نے دورہ پڑھ لیا، تو الحمدللہ احادیث کا ایک راستہ معلوم کر لیا کہ ائمہ کرام کیسے استنباط فرماتے تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ سے ایک دفعہ ایک طالب العلم نے ذکر کیا، آپ مسلم پڑھا رہے تھے تو سبق میں اس نے کہا حضرت اس حدیث سے امام نوویؒ نے اتنے مسائل مستنبط کئے ہیں، تو حضرت شیخ الہندؒ نے جوش میں آکر فرمایا کہ اب میں اس حدیث سے استنباط کرتا ہوں۔ تو چالیس سے زیادہ توجیہات اور مسائل کا استنباط فرمایا۔ یہ اس مطالعہ اور تعلق کا ثمرہ تھا جو کتاب کیساتھ قائم ہو چکا تھا۔

تو یہ حدیث بخاری شریف، ترمذی شریف، طحاوی شریف، ابوداؤد شریف، مسلم شریف، موطائین سنین الشریفین میں ہم نے صرف راستہ معلوم کر لیا۔ اب تتبع اور استقراء کبھی نہیں چھوڑو گے، ایک بات یہ ہے کہ بہت گہرا اور بہت ٹھوس مطالعہ کیا کرو۔ بغیر مطالعہ کوئی چیز مت پڑھاؤ۔

دوسری بات یہ کہ حتی الوسع علماء کے باہمی اختلافات اور جھگڑوں سے اپنے آپ کو بچاتے رہو۔ آپ کو معلوم ہے کہ امام بخاریؒ سے تین دن لوگ بار بار آ آکر پوچھتے رہے کہ ـــــ ما تقول فی خلق القرآن ـــــ خلق قرآن کے مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے۔ تو امامؒ تین دن تک فرماتے ہیں، ٹالتے رہتے ہیں۔ پھر محمد بن یحییٰ الذھلی نے مجبور کر دیا۔ تو اتنا زبان سے نکلا کہ ـــــ لفظی بالقرآن مخلوق ـــــ جس کی تشریح کے لئے علماء کے مباحث ہیں اور بخاری کے تیسویں پارہ میں آپ تفصیلات پڑھ چکے ہیں۔ بہر تقدیر امام بخاری جیسی بڑی ہستی نے کتنا دامن بچایا کہ اختلافی مسائل میں الجھ نہ جائیں اور امام ابوحنیفہؒ اپنے تلامذہ کو رخصت کرتے تو نصائح فرماتے کہ نماز کی پابندی کرو گے۔ اور من جملہ نصائح کے یہ بھی فرماتے کہ اگر کہیں گئے تم لوگ اور کسی نے پوچھا کہ فلاں مسئلہ میں ابوحنیفہؒ کی کیا رائے ہے، تو تم میری رائے چند مزید علماء کی آراء

پیش کرنے کے بعد پیش کیا کرو۔ صرف میری رائے مت بتلایا کرو۔ مثلاً امام مالکؒ وکیع وغیرہ کے ساتھ ابو حنیفہؒ کی رائے بھی پیش کر دی، اسے حق چھپانا نہیں کہا جاتا۔ یہ تبلیغ ہے۔ علی وجہ الحسن ——
امام ابو حنیفہؒ کا مقصد یہ تھا کہ جب اپنے بلاد و اوطان جاؤ تو وہاں کے علماء و مشائخ کی قدر کیا کرو۔ آپ اگر جا کر وہاں کے علماء کی تحقیر کرنے لگ جائیں کہ ہم تو دارالعلوم کے فضلاء ہیں اور ان لوگوں نے آپ کے زعم تو خلاصہ اور سے زیادہ کچھ نہیں پڑھا تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس نے تو عوام میں ایک حلقہ قائم کیا ہے، اس کا اعتماد ہے، عوام اس عالم کی قدر کرتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں اُس سے بگاڑ لیں۔
—— تو عوام کب آپ سے وابستہ ہو سکیں گے۔ تو امام ابو حنیفہ نے شاگردوں کو یہی فرمایا کہ اگر جاتے ہی میرا مسلک اور رائے پیش کر دی تو جھگڑا اٹھ کھڑا ہو گا۔ وہاں کا حکم لگ جائے گا۔ شیخ الہندؒ سے کسی شاگرد نے کہا کہ حضور ہمیں کچھ نصیحت کیجئے، انہوں نے فارغ ہونے والے طلبہ سے مختصر سی نصیحت فرمائی۔ فرمایا کہ جو پگڑی آپ کی وجہ سے ہمارے سروں پر رکھی گئی ہے۔ اس پگڑی کو ہمارے سروں سے نہ چھینیں۔ یہ عزت کی پگڑی طلبہ کی وجہ سے ہے۔ تو تقویٰ زہد احتیاط بہت زیادہ ملحوظ رکھو گے، طالب العلمی تو آزادی کا زمانہ ہوتا ہے، آگے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

بہر تقدیر یہ بخاری شریف اور ترمذی شریف میں نے حضرت مرشد شیخ العرب والعجم استاذ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ یہ وہ ہستی ہیں کہ استاذ کی خدمت میں مالٹا میں قید تھے تو اطلاع آئی کہ آپ کی اہلیہ انتقال فرماگئیں، پھر بچوں کی وفات کی پھر والد ماجد کی وفات کی تو کہا گیا کہ اگر آپ مدینہ منورہ جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔ تو حضرت نے فرمایا کہ میرے استاذ شیخ الہندؒ ضعیف ہیں بڑھاپے میں ہیں ان کو اکیلے نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ لوگ تو انتقال فرما گئے، اب جا کر کیا فائدہ، شیخؒ کو اکیلے چھوڑ دوں۔

شیخ مدنیؒ کی زبان سے ہم نے ساری زندگی میں کوئی ناشائستہ کلمہ نہیں سنا نامناسب کلمہ نہیں سنا۔ اسباق میں۔ اور ان کا درس بھی عجیب تھا کبھی عشاء کی نماز کے بعد رات ایک بجے تک نماز عصر کے بعد مغرب تک سبق ہوتا۔ ۱۲ بجے دوپہر سے دو بجے دوپہر تک سبق صبح کی نماز کے بعد پہلے گھنٹے تک سبق ہوتا۔ آخری ایام میں بخاری اور ترمذی شریف شیخ ختم فرماتے، ایسے حالات میں جتنا کوئی متحمل شخص بھی ہو تو تحمل سے باہر ہو جاتا ہے، مگر ہم نے اپنے شیخ مدنیؒ سے غصہ میں —— اگر کوئی بڑا غصہ فرماتے تو صرف خلق الانسان من عجل۔ کہہ دیتے حضرت حسن بصری بھی یہ عادت تھی۔ گویا ناگواری بھی یہ آیت کریمہ پڑھ کر ظاہر فرما دیتے۔ اس کے باوجود تحقیق مذاہب فقہی تفصیلات اور وجوہ ترجیح میں کوئی کسر نہ چھوڑتے

(جاری ہے)

مسلسل

جناب مصنطر عباسی - مری

جدید زبانوں کے عربی ماخذ

* سوشلزم
* فاشزم
* کیپٹل ازم

سوشلزم :۔۔ تہذیب عربی لفظ ہے، اس کے معنیٰ ہیں درختوں کی شاخ تراشی کر کے انہیں درست اور خوبصورت بنانا اور اصطلاحی مفہوم ہے گنوار اور غیر شائستہ افراد کی تعلیم و تربیت کے ذریعہ اصلاح کر کے انہیں متمدن اور مہذب بنانا، لطف کی بات ہے کہ اہل یورپ نے تہذیب و تمدن اور شائستگی کے لئے جو کلمہ اپنایا ہے، یعنی کلچر (CULTURE) اس کے بھی اصل معنیٰ درختوں کی کاشت اور دیکھ بھال کے ہیں۔ اور اصطلاحی مفہوم تہذیب و تمدن اور شائستگی ہے۔ تہذیب میں درختوں اور پودوں کی اصلاح اور تربیت کی جاتی ہے۔ اور اس کے مقابلے میں سیاست میں جانوروں کی دیکھ بھال اور تربیت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

"سوس" عبرانی میں گھوڑے کیلئے اور عربی میں گھوڑے کی تربیت، اصلاح اور دیکھ بھال کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ہمارا سائیس اسی سوس سے ماخوذ ہے۔ یعنی گھوڑے کا نگران اور مربی۔

حاصل کلام یہ کہ تہذیب کا مفہوم ہے نباتات کی اصلاح و تربیت اور سیاست کے معنیٰ ہیں۔ حیوانات کی اصلاح و تربیت اور دونوں کلمات مجازی یا ثانوی معنوں میں انسانوں کی اصلاح و تربیت کے مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں۔

انگریزی میں سوسائٹی (SOCIETY) سوشل (SOCIAL) سوشیالوجی (SOCIOLOGY) اور سوشلزم (SOCIALISM) وغیرہ بیشمار کلمات لاطینی کے کلمہ SOCIO سے ماخوذ ہیں جو عبرانی کے سوس" یعنی گھوڑا اور عربی کے "سوس" یعنی گھوڑے کی تربیت و اصلاح سے ماخوذ ہے۔

شائستہ اور مہذب کے لئے انگریزی میں SOCIABLE ، SOCIAVEL اور اطالوی زبان میں SOCIEVOLE ہے۔ اسی طرح سوسائٹی کے لئے انگریزی میں SOCIETY فرانسیسی میں SOCIETE ہسپانوی میں SOCIADAD پرتگالی میں SOCIEDADE اور اطالوی میں SOCIETA ہے۔ یہ تمام کلمات اور ان کے ہم معنیٰ بہت سے دوسرے کلمات جو یورپ کی متعدد زبانوں میں زبان زدِ عوام ہیں، لاطینی کے کلمہ

SOCIO کی معرفت عربی کے "سوس" سے ماخوذ ہیں۔

دیکھا آپ نے، سوشلزم (SOCIALISM) ایک جدید لفظ ہے۔ یورپ میں سب سے پہلے فرانس کے اخبار گلوب (GLUP) نے یہ لفظ ۱۸۳۲ء میں استعمال کیا تھا۔ لیکن ماخذ (ROOT) کے اعتبار سے یہ کلمہ عربی ہے۔

فاشزم :—— سوشلزم کا حریف نظام یا نظریہ فاشزم (FASCISM) ہے۔ آئیے اسکی لفظی حقیقت پر بھی ایک نظر ڈال لیں۔ اہلِ یورپ کا خیال ہے۔ کہ انہوں نے یہ لفظ لاطینی کے کلمہ FASCES (فاسِز) سے لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ قدیم زمانے میں رومیوں کا دستور تھا کہ وہ عدالت کے سامنے رسّی میں چند ڈنڈے اور ایک کلہاڑی باندھ کر رکھ دیا کرتے تھے۔ اس گٹھے یا بنڈل سے (BUNDLE) وہ لوگ طاقت اور اتحاد مراد لیا کرتے تھے۔ اور اسے FASCES کہتے تھے، رفتہ رفتہ یہ لفظ طاقت اور اتحاد کے معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ چونکہ جماعت میں طاقت اور اتحاد دونوں مفہوم ہوتے ہیں اس لئے جماعت کے لئے بھی FASCES کا لفظ استعمال کیا جانے لگا۔ گویا شروع میں ڈنڈا اور کلہاڑی تھا، بعد میں طاقت اور اتحاد بن گیا اور آگے چل کر جماعت اور پارٹی کے معنٰی ہو گئے۔ اور اس طرح بہت سے کلمات اس لاطینی لفظ FASCES سے پیدا ہو گئے۔ مثلاً FASCICLE (گلدستہ، گچھا) FASCINE لکڑیوں کا گٹھا۔ FAST کس کر رسّی سے باندھنا۔ پکا ہونا۔ اپنے آپ کو باندھ کر رکھنا یعنی کھانے پینے سے پرہیز کرنا، روزہ رکھنا وغیرہ FASTEN کے معنٰی ہیں باندھنا۔ FASTNESS کے معنٰی ہیں مضبوطی۔ انگریزی کا FAST ڈنمارک کی زبان ڈینش میں FAST جرمن میں FEST اور ہالینڈ کی زبان ڈچ میں VAST ہے۔ اصل لفظ وہی لاطینی کا FASCES ہے جس کے معنٰی ہیں ڈنڈے اور کلہاڑی۔ عربی میں "فاسؔ" کلہاڑی کے لئے مستعمل ہے۔

قدیم زمانے میں انسان پتھر اور ہڈی کے اوزار استعمال کیا کرتے تھے۔ سر کی ہڈی دوسری ہڈیوں کے مقابلے میں زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔ لوگ جس زمانے میں ہڈی سے اوزار کا کام لیا کرتے تھے اس زمانے میں عرب سر کی ابھری ہوئی ہڈی کو بھی فاس کہتے تھے۔ اور رفتہ رفتہ دھات ایجاد ہوئی اور لوہے کی کلہاڑی نے جنم لیا۔ تو اسے بھی فاس کا نام دیا گیا۔

۱۹۲۲ء میں اٹلی کے سیاسی لیڈر میسولینی نے ایک سیاسی پارٹی بنائی جو سوشلزم کی مخالف تھی۔ اس پارٹی کا نام FASCIST (فاشسٹ) تجویز کیا گیا۔ اشارہ اسی رومی دور کے ڈنڈوں اور کلہاڑی کی طرف تھا۔ یعنی اتحاد اور طاقت۔ اسی پارٹی کا منشور اور پروگرام FASCISM (فاشزم) کہلاتا ہے۔ بعد میں جن جن ملکوں نے اس میسولینی پارٹی کے پروگرام کو اپنایا وہ فاشسٹ FASCIST کہلائے جو ہمارے

ہاں فسطائی کہلاتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ یورپ والوں نے بہت سے کلمات جن میں فاشزم (FASCISM) کا لفظ بھی شامل ہے، لاطینی کے کلمہ FASCES سے بنائے ہیں، اور لاطینی کا FASCES معنیٰ اور صورت دونوں کے اعتبار سے عربی کے کلمہ فائس سے ماخوذ ہے۔

کیپٹلزم: ـــــ سوشلزم اور فاشزم کی بات ہو اور کیپٹلزم (سرمایہ داری) کا ذکر نہ کیا جائے تو بات پوری نہیں ہوتی۔ یہ بات تو سب جانتے اور مانتے ہیں کہ کیپٹلزم (CAPITALISM) یعنی سرمایہ داری کا لفظ CAP (کیپ) یعنی ٹوپی سے ماخوذ ہے۔ لاطینی زبان میں CAPUT یا CAPITIS کے معنیٰ سر رائس (HEAD) کے ہیں۔ اور CAPTAIN جو ہمارے ہاں کپتان ہے۔ نیز CAPITAL بمعنی راج دھانی یا دار الحکومت بھی اسی CAP کا مرہون ہے۔ سر (HEAD) کا انسانی جسم میں جو مقام اور مرتبہ ہے۔ اس کے پیش نظر جماعت اور معاشرے میں جس فرد کو عزت حاصل ہو اور شرف و اقتدار نصیب ہو اسے فارسی والے سردار عربی میں رئیس اور انگریزی میں HEAD کہتے ہیں۔ مال و دولت فارسی میں " مایہ " ہندی میں " مایا " ہے اور اسکی اصل یعنی اعلیٰ اور بہترین مال و دولت " سرمایہ " کہلاتا ہے۔ یعنی مایہ کا سر یا سرمایہ۔ اور یہی صورت انگریزی میں CAPITAL کی ہے، علمائے لسانیات نے بہت سے دوسرے کلمات کو بھی اسی CAP کی طرف منسوب کیا ہے۔ مثلاً CHAPTER اور CHIEF کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے۔ کہ ان کا ماخذ بھی CAPITAL اور CAPTIAN کے ماخذ کی طرح CAP ہی ہے۔ انگریزی، فرانسیسی، ہسپانوی، اطالوی، پرتگالی، رمانین، جرمن، ڈچ، سویڈش، ڈینش، پولش، زیچ، سیرو کرو ٹ ہنگری، فنیش، ترکی، روسی، سواحلی، حتیٰ کہ جدید عربی اور عبرانی میں فوجی سردار کے لئے CAPTAIN ہی کا لفظ املا کی مختلف صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور سب کا ماخذ لاطینی کا CAPUT یا CAPITIS ہے ـــــ۔

اہل یورپ نے نہایت سادگی سے یہ بات تسلیم کی ہے کہ انہیں یہ تو علم ہے کہ لاطینی میں CAP مترادف لفظ CAPUT اور CAPITIS کے معنیٰ " سر " اور COVER یعنی چھپانے کے ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ لاطینی کلمہ اس CAP کا ماخذ بھی ہے یا نہیں، گویا اہل یورپ CAP کے ماخذ کے بارے میں کوئی یقینی رائے نہیں رکھتے، صرف اتنا جانتے ہیں کہ یہ لفظ اپنے اندر۔ سر۔ سرداری۔ اور چھپانا کا مفہوم رکھتا ہے۔ عربی میں متعدد کلمات ایسے ہیں، جنہیں CAP یا لاطینی کے CAPUT، اور CAPITIS کا ماخذ قرار دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً۔ خ کو ک یعنی C یا K کا بدل تصور کیا جائے جو عام قاعدے

کے مطابق ہے۔ تو عربی میں "خفار" کے معنیٰ COVER یعنی چھپانے کے ہیں۔ اور یہی معنیٰ CAP کے ہیں جس کی ایک صورت COPE ہے بمعنی سرپوش، پگڑی، چھجا وغیرہ۔ نیز "ثب" کے معنیٰ سردار یعنی CAPTAIN (کپتان) کے ہیں۔ اسی طرح CAP کے معنیٰ ہیں زمین کا ابھار یا زمین کا سرا۔ اور یہی معنیٰ ہیں عربی میں قُفّ کے اور قَفَار کے معنیٰ ہیں سر کا پچھلا حصہ۔ سر کا ابھار۔

غرض یہ کہ CAPITALISM اور اس کے ہم ماخذ کلمات جس C.P - COPE - CAPUT یا CAPITIS سے ماخوذ ہیں وہ ان کی عربی صورت خفار۔ قُف اور قفا ہے۔

کمیونزم :— یہ قدرتی بات ہے کہ سوشلزم، فاشزم، اور کیپٹلزم کے ساتھ کمیونزم کا تصور بھی ذہن کی سطح پر ابھرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ہم نے جان بوجھ کر اس اصطلاح (کمیونزم) کے بارہ میں کچھ نہیں کہا۔ اس لئے کہ اس سے پہلے گذشتہ معروضات میں۔ کم۔ COM کے لفظ پر بات چیت ہو چکی ہے: اور یہی۔ کم۔ کمیونزم کی اصل اور اس کا ماخذ ہے۔ لاطینی میں COM کے معنیٰ ہیں۔ مشترک۔ ملکر۔ ایک ساتھ۔ اور کمیونزم جس اشتمال اور اشتراک میں وہ حقیقت ہے جو اسے دوسری اصطلاحات یا نظریات سے ممتاز کرتی ہے۔ یہ لاطینی کا COM جو انگریزی کے COMMON (مشترک) فرانسیسی کے COMMUN اور لاطینی کے COMMUNIS نیز انگریزی کے COMMUNICATION (مواصلات) اور COMMUNE (اجتماعی صورت میں رہنا) اور اس نوعیت کے سینکڑوں کلمات جو یورپ ہی نہیں دنیا کی بیشتر زبانوں میں رائج ہیں ان سب کا ماخذ لاطینی کا COM بتایا جاتا ہے جس کی عربی صورت "کمّ" ہے، جس کے معنیٰ جمع کرنے، چھپانے اور سائے میں کر لینے کے ہیں۔ کِمّ۔ (غلاف) اور کُمّ (آستین) بھی چھپانے اور پردے میں کر لینے کے لئے ہیں، جس میں قدر مشترک یہی جمع کرنے کا مفہوم ہے۔

★ ★

پی سی ٹی
پرزہ جات سائیکل
پاکستان میں سب سے اعلیٰ اور معیاری
مارکہ
بٹ سائیکل سٹورز۔ نیلا گنبد۔ لاہور
فون نمبر 65309

روانئ اسلام

حکیم الاسلام قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ۵۰ سال پیشتر حضرۃ لسان العصر اکبر الہ آبادی کے تتبع میں یہ نظم لکھی تھی۔ اس نظم کو موصوف نے حضرت لسان العصر کی خدمت میں بھیجا تو اس کے جواب میں انہوں نے ایک خط میں لکھا کہ "مولانا طیب کی نظم روانئ اسلام نظر سے گزری، سبحان اللہ! صل علی، جزاک اللہ! نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول۔ ماہنامہ البلاغ (بمبئی) کے "تعلیمی نمبر" (دسمبر ۱۹۵۸ء) کے حوالہ سے یہ نظم قارئین "الحق" کی نذر ہے۔

ـــــــ اندرونِ عرب ـــــــ

چلا ارضِ بطحا سے ایک بحرِ زاخر ۔۔۔ کہ تھا جس کی موجوں کا اول نہ آخر
وہ توحید کی نے بجاتا ہوا ۔۔۔ سرودِ حجازی میں گاتا ہوا
وہ جنگل میں منگل بناتا ہوا ۔۔۔ وہ شہروں میں شادی رچاتا ہوا
پہاڑوں پہ نعرے لگاتا ہوا ۔۔۔ سمندر میں طوفاں اٹھاتا ہوا
ضلالت کے بیڑوں کو ڈھاتا ہوا ۔۔۔ زمانہ میں اودھم مچاتا ہوا
محیطِ زمین پر وہ چھاتا ہوا ۔۔۔ خباثت کی گھاتیں مٹاتا ہوا
صداقت کے جھنڈے اڑاتا ہوا ۔۔۔ وہ باطل کو نیچا دکھاتا ہوا
بتوں سے وہ رشتے تڑاتا ہوا ۔۔۔ خدا سے ہر اک کو ملاتا ہوا
اسی کی عبادت سکھاتا ہوا ۔۔۔ حضور اس کے سب کو جھکاتا ہوا
جہالت کی رسمیں مٹاتا ہوا ۔۔۔ معارف کے ایوان اٹھاتا ہوا
وہ فرضی تیودین اڑاتا ہوا ۔۔۔ مظالم کو ڈانٹیں بتاتا ہوا
اذانیں زمین پہ دلاتا ہوا ۔۔۔ شیاطین کو دھکے دلاتا ہوا
معاصی کو آنکھیں دکھاتا ہوا ۔۔۔ گناہوں کی گردن دباتا ہوا
وہ نیکوں کو مژدے سناتا ہوا ۔۔۔ شریروں کو ہر سو ڈراتا ہوا
وہ گرتوں کو بڑھ کر اٹھاتا ہوا ۔۔۔ کہیں ڈوبتوں کو تراتا ہوا

کہیں بسملوں کو جلاتا ہوا — انہیں آبِ حیواں پلاتا ہوا
بلاؤں کو سر سے ٹلاتا ہوا — وہ رستوں سے کانٹے ہٹاتا ہوا
وہ غیروں کو اپنا بناتا ہوا — لگن اک نئی سی لگاتا ہوا
وہ آنکھوں سے آنکھیں لڑاتا ہوا — دلوں میں ہر اک کے سماتا ہوا

بیرون عرب

وہ ایوانِ کسریٰ ہلاتا ہوا — علم رومیوں کے گراتا ہوا
چراغِ ہدایت جلاتا ہوا — اور آتشکدوں کو بجھاتا ہوا
دوئی سے ہر اک کو بچاتا ہوا — سوئے ذاتِ واحد بلاتا ہوا
سمادی ترانے سناتا ہوا — اسی لے پہ سب کو لٹاتا ہوا

حکومت

وہ فتنوں کو ہر سو دباتا ہوا — وہ بچھڑوں کو باہم ملاتا ہوا
سریرِ عدالت بچھاتا ہوا — حقوق اپنے سب کو دلاتا ہوا

برکات

تمدن کی بیخیں جماتا ہوا — مہذب جہاں کو بناتا ہوا
دلوں کو وہ ہمت دلاتا ہوا — وہ روحوں کی قوت بڑھاتا ہوا
دروسِ دقائق پڑھاتا ہوا — خرافاتِ یوناں بھلاتا ہوا
صدف ہائے علمی بہاتا ہوا — گہر ہائے عرفاں لٹاتا ہوا

زمانۂ استقبال

چلا جائے گا یونہی چڑھتا ہوا — اسی طرح دنیا میں بڑھتا ہوا

دلیل

کہ جو نورِ حق بہرِ اہتمام ہے — جو ہر فردِ انسان کو پیغام ہے
زمانہ کا جس پر کہ انجام ہے — اسی کا تو مظہر یہ اسلام ہے

ندانم چناں جزر آید درد
کہ حفظ خدا گشت چوں مداد

یادِ ایّامِ دار العلوم

غیر مطبوعہ تبرکات و نوادر

افادات :۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ
حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ
ضبط و ترتیب :۔ جناب محمد عثمان غنی، بی اے

مدارس عربیہ اور اس کے بوریہ نشین

مورخہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۶۷ء بروز ہفتہ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور مدظلہ العالی امیر انجمن خدام الدین لاہور مختصر دورہ پر دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے۔ اس وقت اتفاق سے دار الحدیث کے وسیع ہال میں دار العلوم کے ایک فارغ التحصیل مولوی جان محمد صاحب ساکن ڈبری تھانہ ٹکینڈہ تحصیل فورٹ سنڈیمن، ضلع ژوب کی دستار بندی کی تقریب تھی، آپ نے بھی شرکت فرمائی اور دستار بندی فرماتے وقت اپنے کندھوں سے چادر اتار کر انہیں عطا فرمائی۔ دستار کے پیچ باری باری اکابر علماء دار العلوم اور حضرت مدظلہٗ نے دئے۔ حضرت اقدس کے خطاب سے قبل حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ مہتمم دار العلوم حقانیہ نے بھی ایک نہایت عمدہ تقریر فرمائی۔ ذیل میں دونو بزرگان کرام کی تقاریر کا قلمی ریکارڈ پیش خدمت ہے۔ محمد عثمان غنی۔

ارشادات گرامیہ حضرۃ مولانا عبدالحق مدظلہٗ

محترم بزرگو! ہماری خوش قسمتی ہے کہ حضرۃ مولانا عبیداللہ صاحب انور اکابر اور اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جیسا کہ ان بزرگوں کی ہمارے اوپر شفقتیں تھیں اسی طرح یہ بھی دعاؤں میں یاد فرماتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دنیا و عقبیٰ کے بلند سے بلند درجات پر انہیں فائز کر دے۔

تقریباً ایک ہفتے کا واقعہ ہے، کہ ایک صالح نوجوان نے مجھ سے ایک بات بیان کی (اور غالباً حضرت مولانا کو اس کا علم نہیں) اس نوجوان نے کہا کہ میں چاہتا تھا کہ میں کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر لوں اس تلاش میں سرگرداں تھا کہ خواب میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری نور اللہ مرقدہٗ سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ میں ان سے لپٹ گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم لاہور کیوں نہیں جاتے؟ جب تک میرے بچے میری سنت کی پیروی کریں گے یہ فیوضات جاری رہیں گے۔ تو اس نوجوان نے لاہور جا کر حضرۃ

مولانا کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے حضرت سے ذکر کیا ؟ اس نے کہا ، نہیں ۔

اس دارالعلوم کے ساتھ حضرت لاہوری کو جو قلبی تعلق اور خصوصی توجہ تھی اور مجھ ناچیز کے ساتھ جو شفقت فرماتے تھے ، میں کیا عرض کروں ۔ یہ موجودہ بلڈنگ جو آپ دیکھ رہے ہیں ، اس کی کوئی حقیقت نہیں ۔ اس کی پشت پر نہ کوئی دولتمند ہے نہ حکومت کا تعاون ہے ۔ نہ رجال کار ہیں ۔ بس چند افراد کا خلوص ہے ۔ جن کے ظاہری وسائل کچھ بھی نہیں ۔ یہ کام اللہ چلا رہا ہے اور ان بزرگوں کی روحانی توجہات اور دعاؤں کی برکات ہیں ۔

رمضان المبارک میں اس دارالعلوم کے اکثر و بیشتر فضلاء حضرت لاہوری کے دورۂ تفسیر میں شرکت کرنے کیلئے لاہور جایا کرتے تھے ۔ حضرت ہر خطبے میں بڑی عنایت اور شفقت سے دارالعلوم حقانیہ کے لئے دعائیں فرمایا کرتے تھے ۔

جب اس دارالعلوم کی بنیاد رکھی گئی ، حضرت تشریف لائے تھے اور سالانہ جلسوں میں بھی تشریف لایا کرتے تھے ، ایک مرتبہ حضرت نے تقریر فرمائی اور کہیں تشریف لے گئے ، میں ساری رات ان کی تلاش میں گھومتا رہا ، ہجوم زیادہ تھا ، آخر معلوم ہوا کہ آپ نے دریا کے کنارے ایک چھوٹی سی مسجد میں آرام فرمایا تھا ، نہ بستر نہ چارپائی ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب فالج کا اثر تھا ، ایک دفعہ یہاں آنے کے لئے ٹکٹ لیا ہوا تھا ، اور گاڑی بھی تیار تھی مگر فالج کے اثر کے باعث زیادہ بیمار ہوگئے ، اور تار دے دیا کہ آنے سے قاصر ہوں مگر دل تمہارے ساتھ ہے ۔

آج آپ حضرات جو تھوڑے سے بہت مسلمانوں کے نمونے دیکھ رہے ہیں ، یہ انہی اکابر کی شبانہ روز محنتوں کا نتیجہ ہے ۔ جہاں جس ملک میں انقلاب آتا ہے ، وہاں حالات بدل جاتے ہیں ۔ حتیٰ کہ مذہب بھی بدل جاتا ہے ۔ ہندوستان جب متحدہ تھا ، ۱۸۵۷ء کے جہاد کے بعد کس قدر مظالم یہاں ہوئے ۔ علماء کو ختم کیا گیا ، مناظرے کئے گئے ، ایسی کوئی کمی نہیں جو برطانیہ نے چھوڑی ہو کہ ہندوستان سے اسلام ختم ہو جائے ، لیکن الحمدللہ اس ایک سو پچاس سال کے عرصہ میں بھی اسلام باقی رہا اور آج بھی پہلے سے زیادہ درخشاں ہے ۔

دیوبند کے علماء و فضلاء نے قرآن پاک کی ایک ایک آیت کی تفسیر اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شرح لکھی ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی ، لیکن اللہ کی شان ہے ، پہلے زمانے کے لوگ بڑے ذہین تھے ، وہ اشارے سمجھتے تھے ، ہم غبی ہیں ، انہوں نے ہمارے لئے جواہرات کو نکھار دیا ۔

آج اسلام پہلے سے زیادہ درخشاں ہے ۔ کسی بھی مسئلہ کو آپ لیں ، انشاء اللہ دارالعلوم دیوبند

کے علماء کی وضاحت اور تفاسیر ملیں گی۔ انقلاب ہندوستان پر آیا، لیکن اللہ نے مسلمانوں کو مذہبی انقلاب سے بچایا۔ اگر ۱۸۵۷ء کے بعد یہ مدرسہ دیوبند میں قائم نہ ہوتا تو جیسا کہ یونان، عراق، مصر اور دیگر اسلامی ممالک میں اسلام نہیں، ہندوستان میں بھی اسلام ختم ہو جاتا۔ جہاں الٹ پلٹ ہوتے ہیں وہاں مذہب بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ حضور اکرمؐ فرماتے ہیں کہ دین قیامت تک باقی رہے گا۔ کوئی چاہے کتنا بھی اسلام کو مٹانے کی سعی کرے، ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی۔

ہمارے شیخ حضرت مدنیؒ فرماتے تھے کہ اس وقت وہ طائفۂ حق ہندوستان میں ہے، لیکن وہ بھی اب رخصت ہو رہا ہے۔

جس وقت پاکستان بنا تھا، اس وقت بزرگوں نے فرمایا تھا کہ ہم غلامی سے تو آزاد ہو گئے، لیکن ایسا نہ ہو کہ مذہب سے بھی "آزاد" ہو جائیں۔ اگر دین کے مراکز نہ ہوں تو اس ملک سے دین ختم ہو جاتا ہے۔ بے دینی آجاتی ہے۔ کیونکہ زہر پھیل جاتا ہے۔ یہ ان بزرگوں کی فراست تھی۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ اس ملک میں مذہب کو محفوظ رہنا چاہئے۔ جو شرحیں اور تفاسیر ہمارے اکابرؒ نے لکھی ہیں، ان کی ضو پاشیوں سے سارا عالم راہ ہدایت دیکھ سکتا ہے۔ ان بوریہ نشینوں، ان بھوکوں اور فقیروں نے امت پر وہ عظیم احسانات فرمائے کہ آج ہماری نظریں فرطِ ادب سے ان کے مقدس نام بھی لیتے وقت جھک جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کروڑہا رحمتیں ہوں ان قدسی صفات بزرگوں پر جنہوں نے دین احمد کی آبیاری فرمائی۔

عبداللہ بن اُبی جو بڑا مالدار تھا وہ کہتا تھا کہ "عزت والے" "ذلیلوں" کو نکالیں گے۔ آج عبداللہ بن اُبی، فرعون اور ابی لہب کا نام و نشان بھی نہیں رہا، لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی چار دانگ عالم میں اب تک گونج رہا ہے۔ اور انشاء اللہ تا قیامت گونجتا رہے گا۔

ابھی ابھی میں نے ایک جملہ سنا کہ پہلے ایک دیوبند تھا، اب ہر شہر میں دیوبند بن گیا ہے[1]۔ خدا کرے کہ یوں ہی ہو۔ اب ہم سمجھے کہ حضرت لاہوریؒ فالج کے مارے ہوتے بھی اکوڑہ خٹک آتے تھے، ان کی دوربین نگاہیں بھانپ چکی تھیں کہ دین کی حفاظت کرنی ہے، تو پھر دین کے حصار جگہ جگہ بنانے چاہئیں۔ یہی دینی مدارس ہی تو دین کے قلعے ہیں۔ یہ مدارس اگر ترکی، ایران، کابل میں ہوتے تو یہ حالت وہاں نہ ہوتی۔ آج چلا چلا کر کہا جا رہا ہے کہ یہ کیا کہ ہر جگہ مدرسہ بن گیا ہے۔ اور مولوی جو بات منہ میں آتی ہے کہتا ہے۔ خدا کی بات ہی کہتا ہے۔ مولوی اور کیا کہتا ہے۔؟ دراصل دکھ اس بات کا ہے۔ کہ

---

[1] یہ بات اس وقت کے صدر جناب محمد ایوب خان نے کہی تھی۔

روی ایسا کہنے والوں کے دل کی تمنا نہیں پوری ہونے دیتا۔

اکابرؒ نے آزادی کے فوراً بعد اس وادیٔ غیر ذی زرع میں دارالعلوم حقانیہ کی داغ بیل ڈالی۔ ایک دفعہ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک دفعہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے اُن کو لکھا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو آپ حقانیہ کی سرپرستی فرماتے رہیں، اِس مدرسہ کی ہمیں ضرورت ہے۔ یہ مدرسہ دین کی حفاظت کے لئے ایک مرکز ہے۔

ہمارے بزرگ صاحبزادہ حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انورؔ اسی نقشِ قدم پہ چلتے ہوئے یہاں تشریف لائے ہیں، ان کے آنے سے ہمارے دلوں کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور حوصلہ بڑھتا ہے۔ اِن کا یہاں آنا انشاء اللہ ہمارے لئے دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنے گا۔ اللہ ہمیں اخلاص عطا فرمائے اِن کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور اِن کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انورؔ مدظلہٗ کا خطاب

بزرگانِ محترم و معززہ حاضرین، اساتذہ گرامی و طلبۂ عزیز! اللہ تعالیٰ کا جس قدر بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ کہ دنیا میں عموماً اور عالمِ اسلام میں خصوصاً اسلام کی جڑیں کاٹنے کے لئے جہاں بڑے بڑے دشمنانِ اسلام اور اُن کے ساتھ ساتھ دول مغرب کی ریشہ دوانیاں مصروف عمل ہیں۔ وہاں علمائے حق بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں ابلیس لعین اور اُس کے حاشیہ برداروں یا پانچ سواروں کو کھلی چھٹی دی، وہاں اس نے بعض انسانوں کو پیغمبر بنا کر ارسال فرمایا۔ تو گویا ازل سے تا امروز حق و باطل کی یہ آویزش جاری ہے۔ مبارک ہیں۔ وہ لوگ جن کو اللہ نے سلسلۂ حق کی کڑی بنایا۔ اور باطل کا قلع قمع کرنے کے لئے مامور فرمایا۔

یہ دینی مدارس کے فضلاء علماء روکھا سوکھا کھا کر اور موٹا چھوٹا پہن کر قرآن و حدیث کے علوم سے اپنے سینوں کو منور کرتے ہیں۔ اِن میں سے کل کوئی محدث ہوگا، کوئی فقیہ ہوگا، کوئی مرشد اور ہادی ہوگا اور کوئی مسجد و محراب کو زینت بخشے گا اور کوئی منبر کا خطیب ہوگا۔ اور اسلام کی توقعات پوری کر دکھائے گا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ط۔ ہمارے اساتذہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ قانونِ اسلام کیلئے قربانیاں دینا یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے، یہ کارِ پیغمبراں ہے، میں آپ حضرات کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ بوریہ نشینوں کو اللہ تعالیٰ نے اس ارفع و اعلیٰ مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے چن لیا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آپ ہی لوگوں کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی رحمتیں ہامانوں، قارونوں، فرعونوں اور نمرودوں کے ساتھ نہیں ہیں۔ دیکھنے میں آپ کمزور ہیں مگر نصرتِ حق آپ کے ساتھ ہے۔ غیبی طاقتوں سے آپ کی مدد کی جائے گی ـــــ نہ مجھ میں کوئی صلاحیت ہے نہ کوئی کمال، اللہ تعالیٰ ہمارے اِن بزرگوں کو

سلامت رکھے، ہم

نے تو انہی حضرات سے تھوڑا بہت علم سیکھا ہے، ورنہ ہماری کیا حقیقت ہے ؂

جمالِ ہمنشین در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

چند دن دیوبند رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ میری آنکھیں ان کے اثرات سارے پاکستان میں دیکھ رہی ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم میرے دیوبند کے استاذ ہیں۔ یہاں قریب ہی زیارت کاکا صاحب نوشہرہ کے قرب و جوار میں ہے، وہاں پر بھی ایک بزرگ اسی نام سے موسوم ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحق نافع گل صاحب[1]۔ وہ بھی میرے استاذ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی سلامت رکھے وہ حضرت مولانا عزیر گل صاحب اسیر مالٹا اور تلمیذِ خصوصی حضرت شیخ الہندؒ کے بھائی ہیں۔ جن دنوں ہم لوگ دیوبند پڑھا کرتے تھے تو طلبہ ظرافت کے طور پر امتیاز کے لئے کہا کرتے تھے کہ ایک مولانا عبدالحق صاحب نافع گل ہیں تو دوسرے مولانا عبدالحق صاحب انفع گل ہیں۔ یعنی حضرت شیخ الحدیث کو ہم لوگ ان دنوں انفع گل کہا کرتے تھے۔ یہ جملہ زبان زدِ عام ہوگیا۔ حضرت کو بھی طلبہ سے بڑی محبت تھی۔

بقول حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب (جو میرے استاذ ہیں حدیث کے) ہمیں آج لوگ اچھے الفاظ سے جو یاد کرتے ہیں تو اس میں ہمارے اکابر کے اخلاقِ کریمانہ کا ہی اثر ہے ؂

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

مجھے اس درسگاہ سے حقیقی محبت ہے۔ جب سنتا ہوں کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب بیمار رہتے ہیں تو دکھ ہوتا ہے۔ باوجود طرح طرح کے عارضوں میں مبتلا ہونے کے بھی یہ مالی کی طرح اس باغ کو پانی دیتے رہتے ہیں۔ ابھی ابھی جس جملے کا حضرت نے ذکر فرمایا کہ "ہم ایک دارالعلوم دیوبند سے تنگ تھے کہ آج ہر شہر دارالعلوم ہوگیا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی طاقت نے کہا ہے۔ انڈونیشیا کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ وہاں پر اسلام کے خلاف خفیہ مہم چلی اور کمیونزم کو برسرِ اقتدار لانے کی سعی کی گئی مگر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ختم کرنے والوں کو ختم کر دیا اور حق کا بول بالا رہا۔

اسلام کی حفاظت کرنے والا خود خالقِ کائنات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ طاقت سلب کرلی ہے کہ کوئی قرآن میں تحریفِ لفظی کر سکے۔ ظاہر ہے کہ انہی علماءِ اسلام کو جنہیں علمائے دیوبند کہا جاتا ہے۔ یا فضلائے حقانیہ جو دیوبند ہی سے ملحق ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا ہے کہ یہ ہر باطل سے ٹکر لیتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کل دیوبند میں استاذ تھے تو آج دارالعلوم حقانیہ میں ہیں، وہی افکار ہیں وہی علوم

---

[1] مولانا موصوف اب وفات پا چکے ہیں۔

ہیں اگرچہ یہاں پر وہ پشتو میں تعلیم دیتے ہیں اور وہاں اردو میں دیتے تھے، تاہم زبان بدلنے سے افکار و علوم نہیں بدل جاتے، میں تو حضرت کی تقریر سن کر حیران ہو رہا تھا کہ دن رات آپ کا معمول پشتو بولنے کا ہے۔ مگر باوجود بیماری کے اور شاید ہی آجکل کبھی دن میں اردو بولنے کا موقعہ ملتا ہو تعجب ہوتا ہے کہ کھڑے کیسے ہوتے ہیں، دوائیاں کھا کر تو اٹھتے بیٹھتے ہیں اور چند منٹ میں کتنی فصیح و بلیغ اور جامع تقریر فرمائی۔ ان کے چہرے مہرے سے شکل و شباہت سے وجاہت اور سطوت ٹپکتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے سب پر دھاک بیٹھی ہوتی تھی مگر حالت یہ ہے کہ پیٹ پر پتھر باندھ رکھتے تھے۔ یہی حال یہاں ہے اکابر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جنگل میں منگل بنا دیا ہے۔ نہ کسی سرمایہ دار کی مدد ہے نہ کوئی ایڈ ہے، نہ گرانٹ ہے۔ بس سراپا اخلاص ہی اخلاص ہے۔

جن اداروں کی پشت پر حکومتیں ہوتی ہیں اور وہ بڑی بڑی رقمیں دیتی ہیں، ان سے بھی اتنا کام نہ ہوا جو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ایک مرد درویش سے لے لیا۔ ان لوگوں کا کام کچھ بھی نہیں ہوتا مگر پروپیگنڈا بہت ہوتا ہے۔ اور ادھر حالت برعکس ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ شپرہ چشم کے سوا باقی سب اس کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ دینی مدارس واقعتہً بڑا کام کر رہے ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ایک خالصتہً دینی درسگاہ ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی مقدس سرزمین ہو سکتی ہی نہیں، جہاں انوار الٰہی برس رہے ہیں، ہر وقت قال اللہ و قال الرسول کے غلغلے بلند ہو رہے ہیں انوار نبوی موسلا دھار بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ استاذ مطالعہ دیکھ رہے ہیں، طلبہ محو علم ہیں۔ مولانا محمد طیب صاحب نے ٹھیک فرمایا تھا کہ دارالعلوم حقانیہ' دیوبند کا ایک حصہ ہے، یہ حقیقت میں دیوبند ہے۔ چراغ سے چراغ جلتا ہے، انشاء اللہ یہاں سے جرعہ نوشی کرنے والے اطراف و اکناف عالم میں دین مصطفوی کا غلغلہ بلند کریں گے ۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

یہ کشمکش حق و باطل تو ہمیشہ سے رہی ہے، آج بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ اگر شیاطین کے حواری اسلام کی مخالفت کے منبع ہیں، تو یہ دینی مدارس اللہ کے رسول کے غلاموں کے مراکز ہیں۔ اگر سورج نہ ہو تو ظلمت کا پتہ نہیں چلتا۔

اللہ تعالیٰ اس عظیم درسگاہ کو قیامت تک قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے شیخ کو تا دیر سلامت با کرامت رکھے۔ مولانا سمیع الحق صاحب میرے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عالی مرتبہ باپ کا عکس جمیل بنائے۔ ع نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو۔ مجھے ان سے بے حد محبت ہے۔ غریبانہ مزاج اور مہمان نواز ہیں ——

مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔ کہ اپنے استاذ کے سامنے لب کشائی کرتا ہوں۔ جب بھی میں یہاں آتا ہوں اپنی سعادت سمجھ کر آتا ہوں۔ یہاں پہ کوئی سوات سے آیا ہے کوئی دیر اور چترال سے، بلکہ یہ حضرات پاکستان کے کونے کونے میں علوم الٰہیہ کی شمعیں روشن کریں گے۔ جسطرح ندی نالوں سے پانی لیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس دارالعلوم سے بھی علوم نبوی کے دریا بہاتے اور دوسرے مدارس اس مدرسہ سے جاری کرے۔ اور ہم زیادہ خوش ہوں۔ آپ حضرات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر بار چھوڑ کر موٹا جھوٹا پہن کر یہاں سے جرعہ نوشی کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھرپور حصہ عطا فرمائے اور اپنے اپنے علاقے میں جاکر اسی طرح دین کے چمکتے ہوئے ستارے بننے اور نورِ ہدایت پھیلانے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

حضرت والد بزرگوارؒ فرمایا کرتے تھے جسطرح ریل کی دونوں پٹڑیاں کراچی سے لنڈی کوتل تک متوازی چلتی ہیں، اسی طرح جہاں اہل حق ہوں گے وہاں باطل بھی مقابلے پہ چلے گا۔ ایک پٹڑی کو پیغمبروں کی گذرگاہ تصور کر لیجئے اور دوسری کو شیطان اور اس کی ذریت کی گذرگاہ۔ دینی مدارس کو اللہ تعالیٰ سدا یہی قائم رکھے اور ترقی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کی غیب کے فیض سے مدد فرمائے، کسی کا دست نگر نہ بنائے، توکل سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے کسی مالدار کے وعدے وعید پہ تکیہ کرنے سے بچائے جن لوگوں نے دارالعلوم حقانیہ کی تعمیر و ترقی میں حصہ لیا انہوں نے جنت میں اپنا ٹھکانا بنا لیا۔ اور جنہوں نے دینی مدارس کی توہین کی انہوں نے اپنا گھر جہنم میں بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے کسی شخص کے چاہنے سے دینی مدارس کا وجود ختم نہیں ہو سکتا۔ یہ انشاء اللہ ترقی کرتے چلے جائیں گے۔ اور ان چراغوں کو پھونکوں سے نہیں بجھایا جا سکتا، افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جو دینی مدارس خلق خدا کی بے پناہ خدمت کر رہے ہیں ان کے متعلق تو طرح طرح کی باتیں بنائی جاتی ہیں۔ اور بوگس مدرسوں کیلئے ہر جگہ چندوں کی فراہمی ہو رہی ہے۔ ایسے بوگس مدرسوں کو دین حقہ کے علمبرداروں کے مقابلہ میں لانا کس قدر شقاوت ہے۔ اللہ کے بندوں نے دینی مدارس کو بھی نہیں بخشا۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے، اللہ تعالیٰ کی پکڑ بھی بڑی شدید ہے۔ ع دیر گیر و سخت گیر د مر ترا۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۔ حق کے نام کو مٹانے کے لئے جو بھی آگے آئے گا، وہ خود مٹ جائے گا۔ طاغوتی طاقتیں ہمیشہ ذلیل ہوئی ہیں، انشاء اللہ اب بھی باطل ہی ذلیل ہوگا۔

سمع خراشی کیلئے معافی چاہتا ہوں۔ میں اپنے دل کی بات چھپا نہ سکا اور جو کچھ محسوس کیا عرض کر دیا۔ آپ حضرات کی دعاؤں کا طالب ہوں، سیہ کار ہوں، ایک ادنیٰ طالب علم ہوں۔ حضرت شیخ الحدیث نے تو بہت کچھ فرما دیا۔ مگر میں سچ عرض کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو میں بقول علامہ اقبال۔ ع زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن کے مصداق سمجھتا ہوں۔ بہرحال میں ان اکابر کی دعاؤں کا محتاج ہوں اور آخر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ جو لوگ دینی مدارس کی اعانت کرتے ہیں وہ اپنی نجات کیلئے کریں مدرسوں پر احسان نہ سمجھیں۔ یہ تو اپنے آپ پر احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مدارس کی غیب سے نصرت فرماتے۔ آمین۔

جناب اختر راہی ایم۔ اے

فقہائے ہند (حصہ سوم) | مؤلف: محمد اسحاق بھٹی۔ قیمت ۔/۲۲ روپے، صفحات ۴۰۰
طباعت: ونڈاٹک ۔ ناشر: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۲۔ کلب روڈ۔ لاہور۔

برصغیر پاک و ہند میں علمِ فقہ اور "سیر درجال" جناب محمد اسحاق بھٹی کا خصوصی موضوعِ مطالعہ ہے۔ آں کا حاصل مطالعہ مضامین اور کتابوں کی صورت میں منظرِ عام پر آتا رہا ہے۔ ان کی ایک تالیف "برصغیر پاک و ہند میں علمِ فقہ" پر "الحق" میں تبصرہ شائع ہو چکا ہے۔ اس سلسلہ میں موصوف نے برصغیر میں طلوعِ اسلام سے لیکر موجودہ صدی تک فقہاء کا ایک ضخیم تذکرہ قلمبند کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ اس سلسلہ کی تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں، تیسری جلد جو اس وقت پیشِ نظر ہے، دسویں صدی ہجری کے دو سو باون ۲۵۲ فقہاء کے احوال و آثار پر مشتمل ہے۔

یہ دور ملوک و سلاطین کے اعتبار سے سلطان سکندر لودھی سے شروع ہوتا ہے جو ۸۹۴ھ میں تخت نشین ہوا تھا، اور ہمایوں کی وفات ۹۶۳ھ پر ختم ہوتا ہے۔ ہمایوں کے بعد اکبر تخت نشین ہوا جو گیارہویں صدی ہجری میں فوت ہوا۔ اس لئے دورِ اکبری کے فقہا کا ذکر گیارہویں صدی کے ضمن میں آئے گا۔ دسویں صدی میں مرکزی حکومت کے ساتھ ساتھ سندھ، گجرات، مالوہ، دکن اور کشمیر میں علاقائی خود مختار حکومتیں بھی موجود تھیں۔ فاضل مرتب نے آغاز میں اس دور کا تاریخی جائزہ پیش کیا ہے جس میں سلاطین اور فقہاء کے باہمی روابط پر روشنی ڈالی ہے۔

جناب محمد اسحاق بھٹی نے فقہاء کے حالات جمع کرنے میں جو تگ و دو کی ہے، اس کا ایک ہلکا سا اندازہ "مراجع و مصادر" کی فہرست پر نظر ڈالنے سے ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ان فقہاء کے احوال ہیں مختلف تذکروں اور تاریخی نوشتوں میں منتشر طور پر مل جاتے ہیں لیکن ان کا یکجا ہونا ایک اہم ضرورت تھی جسے حسن و خوبی سے پورا کیا جا رہا ہے۔ فاضل مرتب اور ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ بجا طور پر تحسین کے مستحق ہیں۔

یک کمی جو شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ اشاریوں کا نہ ہونا ہے۔ علمی کتابوں کے لئے اشاریوں کی اہمیت کسی بحث کی محتاج نہیں۔ امید ہے آئندہ جلدوں میں اس طرف توجہ دی جائے گی۔

معارف امدادیہ مرتب: صوفی محمد اقبال قریشی۔ صفحات: ۱۷۶۔ طباعت عمدہ۔ جلد سنہری ڈائی دار۔ قیمت: ۵/- روپے۔ ناشر: مکتبہ رشیدیہ ۳۲-۱ سے شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا شمار اُن نادرۂ روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے جو علوم ظاہری کی تکمیل نہ کر سکیں لیکن عشق و جذب الٰہی کی بدولت مقام بلند حاصل کیا۔ حاجی صاحب کے دامن عقیدت و ارادت سے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، مولانا خلیل الرحمان سہارنپوریؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ جیسی متبحر شخصیات وابستہ تھیں۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنی تحریروں میں حضرت مہاجر مکیؒ کے اقوال وارشادات نقل کئے ہیں، اور اُن کی یادیں تازہ کی ہیں، لیکن مولانا تھانویؒ کے ملفوظات و مواعظ زیادہ اہتمام سے محفوظ کئے گئے ہیں، اس لئے اُن کے ہاں حضرت حاجی صاحب پر نسبتاً زیادہ مواد ملتا ہے۔

صوفی محمد اقبال قریشی صاحب سے قارئین الحق بخوبی متعارف ہیں۔ اُن کی دوسری تحریروں کے علاوہ زیر تبصرہ کتاب کا بھی کچھ حصہ الحق میں شائع ہو چکا ہے۔ صوفی صاحب راہ سلوک وعرفان کے شناسا ہیں۔ اور حضرت مفتی محمد شفیع مرحوم کے مجاز بیعت بھی ہیں۔ انہوں نے مولانا تھانویؒ کی تصانیف، مواعظ و ملفوظات کا اہتمام اور لگن سے بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے، اور حضرت حاجی صاحب کے بارے میں جملہ واقعات یکجا کئے ہیں۔

"معارف امدادیہ" کے مطالعہ سے حضرت حاجی صاحبؒ اور ان کے ارادت مند حضرت تھانویؒ کی فکر، شاعری سے دلچسپی اور تزکیہ نفس کی منازل پر روشنی پڑتی ہے۔ حضرت حاجی صاحب کی بیسیوں "باریک" باتیں سامنے آتی ہیں۔ مثال کے طور پر یہ ایک ملفوظ ہے:

> "ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ میاں پانی تو نعمت ہے ہی، پیاس بھی نعمت ہے، کیونکہ اسی سے پانی کی لذت ہے۔ اگر بے پیاس پانی پیو تو ناگوار ہوگا۔"

مرتب نے ہر ملفوظ کے آخر میں حوالہ لکھ دیا ہے۔ صوفی صاحب نے یہ مجموعہ مرتب کر کے اور مکتبہ رشیدیہ نے اسے شائع کر کے حضرت حاجی صاحبؒ کے علوم و معارف کو عام کرنے کی قابل تحسین سعی کی ہے۔
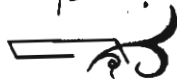
شاداب
جیسے گلاب
موسم گرما میں جب آگ برسنے لگتی ہے تو
فتروں اور کارخانوں میں مرد، گھروں
میں عورتیں اور اسکولوں میں ننھے منّے بچے اپنے
کاموں سے تھک کر نڈھال ہوجاتے ہیں
ایسے میں ذائقے سے بھرپور، خوش ذائقہ نورس کا
یک گلاس کھوئی ہوئی توانائی واپس لاتا
ہے چہرے کو گلاب کیطرح شاداب کردیتا ہے۔
پھلوں۔ پھولوں اور مفردات
کے عرق کا مرکب
ہر قطرہ لذت اور فرحت
سے بھرپور۔
نورس
مشروب وقت

وضو قائم رکھنے کے لئے جوتے پہننا بہت
ضروری ہے ہر مسلمان کی کوشش
ہونی چاہیئے کہ اس کا وضو قائم رہے۔

سروس انڈسٹریز

پائیدار۔ دلکش۔ موزوں اور
واجبی نرخ پر جوتے بناتی
ہے

معیاری
اور
قابلِ
اعتماد
ایگل
ایک عالمگیر قلم
A PRODUCT OF
AZAD FRIENDS & CO. LTD
ORIENT PROCESS, LHR
AFC-5/74

دلکش
دلنشیں
دلفریب
حسین
کے
پارچہ جات
حسین کے خوبصورت پارچہ جات نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی نکھارتے ہیں۔
مرد و زن دونوں کے ملبوسات کیلئے موزوں۔ حسین کے پارچہ جات شہر کی ہر بڑی دکان پر دستیاب ہیں۔
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن

ہر دور میں اوّل
SOHRAB
پاکستان کا
نمبر 1 بائیسکل سہراب